www.mohaddis.com

334

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

جنوری ۲۰۱۰ء

۴ ملکی خودمختاری کے لئے عوامی تحریک

۲۱ شرعی ضابطے اور مناسک حج کی رخصتیں

۷۸ کیا یزید فوج مغفور لہم کا سپہ سالار تھا؟

مجلس التحقیق الاسلامی

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ماہنامہ محدث کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   **مدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ محدث کی ابتداء انڈیا سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والا ایک رسالہ جس کا نام محدث ہی تھااسی کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعددوبارہ ماہنامہ محدث کے ہی نام سے پاکستان میں عظیم اسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیااور 1979 سے لے کراب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔اورمحدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ ماہنامہ محدث ہر صاحب علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کے لیے تلوار بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب سے بالاتر ہوکر اسلام کی ابدی تعلیمات کو فروغ دینا

دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع کرنا

قوانین ومسائل اسلامیہ کونرم کرکے اسلامی روح کوکمزور کرنے والے عناصر کی بیخ کنی کرنا

علوم جدیدہ سے بہرہ ورکرکے انسانی افکار کوارتقاء تک لے جانا

اتباع قرآن وسنت کی طرف والہانہ دعوت دینا

وحدت امت کوقائم رکھتے ہوئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار کرنا

اور

صحابہ،تابعین،محدثین اورتمام آئمہ کرام سے محبت کے جذبات کو پروان چڑھانا اس علمی وفکری مجلّے کا شعار ہے

یقینی طور پر ماہنامہ محدث علمی،تحقیقی،معلوماتی اورانتہائی شائستہ زبان رکھنے والے مضامین کا ایک حسین امتزاج ہے

ملّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدّث لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
حافظ عبد الرحمن مدنی

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
Only For SMS
0333-4213525

جلد ۴۲ رشمارہ ۱ —— محرم الحرام ۱۴۳۱ھ —— جنوری ۲۰۱۰ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

ملکی خود مختاری کے لئے عوامی تحریک — محمد خلیل الرحمٰن — ۲

معیشت و اقتصاد

خرید و فروخت کے زرّیں اسلامی اُصول (۲) — حافظ ذوالفقار علی — ۷

فقہ و اجتہاد

شرعی ضابطے اور مناسکِ حج کی رخصتیں — شیخ سلمان بن فہد العودۃ — ۲۱

تاریخ و سیر

کیا یزید فوجِ مغفور لہم کا سپہ سالار تھا؟ — ڈاکٹر عبد اللہ دامانوی — ۴۸

تعارف و تبصرہ

''مسئلہ تقدیر؛ کتاب و سنت کی روشنی میں'' — ڈاکٹر تاج الدین ازہری — ۷۴

زرِ سالانہ
=/۲۰۰ روپے
فی شمارہ =/۲۰ روپے

بیرونِ ملک
زرِ سالانہ
=/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700

☎ : 5866476
5866396
5839404

Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

محدّث کتاب و سنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

قومی خود مختاری کے لئے عوامی تحریک!

اربابِ علم و دانش اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ ہماری خارجہ پالیسی کا قبلہ روز اوّل سے ہی درست نہیں رہا اور کم وبیش ہمارے تمام حکمران کسی نہ کسی درجے میں امریکہ کی کاسہ لیسی پر مجبور رہے ہیں لیکن سابق صدر پرویز مشرف نے جس انداز میں قومی خود مختاری کا سودا کیا، اس کی مثال ہماری ملکی تاریخ میں اس سے پہلے نہیں ملتی۔ ۲۰۰۸ء میں پرویز مشرف کے سیاسی منظر سے ہٹ جانے اور نئی جمہوری حکومت قائم ہو جانے پر یہ توقع پیدا ہوئی تھی کہ امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقاتِ کار میں توازن اور اعتدال پیدا ہو جائے گا لیکن ہمارے نو منتخب حکمرانوں نے اپنے پیش رو کی ہی پالیسیاں جاری رکھیں بلکہ امریکہ کی طرف جھکاؤ میں اس سے بھی کہیں زیادہ آگے نکل گئے۔

دوسری طرف بش کے اقتدار کے خاتمے کے بعد امریکہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک سیاہ فام امریکی باراک حسین اوبامہ امریکی صدر منتخب ہوئے تو اسے مارٹن لوتھر کنگ کے خوابوں کی تعبیر قرار دیا گیا۔ باراک حسین اوبامہ کی فتح کو بش کی پالیسیوں کے خلاف امریکی عوام کے ردّ عمل کا مظہر بھی قرار دیا گیا۔ امریکہ میں اقتدار کی اس تبدیلی سے بھی یہ توقع کی جانے لگی کہ اب دنیا میں امن وامان کی صورتِ حال بہتر ہو گی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ باراک حسین اوبامہ کا تعلق ڈیموکریٹس سے تھا جو ری پبلکن کے مقابلے میں بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے کے لئے سفارت کاری کو طاقت کے استعمال پر ترجیح دیتے ہیں لیکن ان سے وابستہ توقعات بھی دم توڑ گئیں اور عملاً وہ بھی اپنے پیش رو سے دو چار ہاتھ آگے نکل گیا۔

آج وہ بھی بش کے اس عسکری فلسفے پر بش سے بڑھ کر کاربند نظر آتا ہے جس کی بنیادیں یہ تھیں:

① دہشت گردی کے محرکات سے صرفِ نظر کر کے دہشت گردوں کا قلع قمع کیا جائے۔

② دہشت گردی کے موہوم خطرات سے نمٹنے کیلئے مشکوک افراد کو بھی نیست ونابود کر دیا جائے۔

③ چند مشکوک دہشت گردوں کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اگر ہزاروں معصوم اور نہتے شہری

www.KitaboSunnat.com

بھی تباہ و برباد ہو جائیں تو اسے Collateral Damage سمجھ لیا جائے۔

④ جن پر مزعومہ دہشت گردی کرنے کا شبہ ہو، ان کے ساتھ نہ تو مذاکرات کی گنجائش پیدا کی جائے اور نہ ہی اُنہیں صفائی کا موقع دیا جائے بلکہ اُنہیں نیست و نابود کیے بغیر چین سے نہ بیٹھا جائے۔

اس حوالے سے برطانیہ کی مشہور صحافی Yuonne Ridely کا چشم کشا تبصرہ قابل غور ہے:

''اوباما بش جتنا ہی برا ہے، البتہ وہ اس سے دوگنا چالاک ہے۔ بش نے کئی سال لیے اور پھر اسے عراق پر حملہ کرنے کی جرات ہوئی اور اس سے حملے کے نتیجے میں تیس لاکھ سے زائد لوگ اپنے ہی ملک میں بے گھر ہو گئے، ہزاروں امریکی فوجی مارے گئے اور بے شمار عراقی عوام قربان ہو گئے، اوباما نے اس کے برعکس یہ سب کچھ صرف چند ماہ میں حاصل کر لیا ہے اور پاکستان پر ایک غیر قانونی جنگ مسلط کر دی ہے۔''

لہٰذا یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ پاکستان اور امریکہ میں اقتدار کی تبدیلیوں سے کوئی خیر برآمد نہیں ہوسکی بلکہ صورتِ حال روز بروز بدتر ہوتی جارہی ہے۔ امریکہ بظاہر یہ یقین دہانیاں کراتا ہے کہ وہ پاکستان کی خود مختاری کا احترام کرتا ہے لیکن عملاً امریکیوں نے ہماری خود مختاری کو گروی رکھا ہوا ہے اور ہمارے حکمرانوں کو اس قدر پابجولاں کیا ہوا ہے کہ وہ کوئی بھی فیصلہ اپنی آزادانہ مرضی سے نہیں کر سکتے۔ حالت یہ ہے کہ ہم رفتہ رفتہ امریکہ کی کالونی بنتے جارہے ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف چند اہم اُمور کی نشاندہی پر اکتفا کیا جاتا ہے:

① کسی بھی آزاد اور خود مختار ریاست پر ڈرون حملے دراصل اس کی خود مختاری پر حملہ تصور کیے جاتے ہیں۔ امریکہ بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے لیکن وہ ہمارے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں سے باز نہیں آرہا حالانکہ ہماری فوج ان علاقوں میں آپریشن بھی کررہی ہے۔ ہمارے حکمران ان ڈرون حملوں پر نرم و نازک سا احتجاج بھی کرتے ہیں لیکن ان کا 'سٹرٹیجک پارٹنر' اُن کی ایک نہیں سن رہا۔ اقوامِ متحدہ بھی امریکی حکومت کو پاکستان اور افغانستان پر کیے جانے والے ڈرون حملوں پر متنبہ کر چکی ہے اور اسے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی قرار دے چکی ہے۔ اگست ۲۰۰۸ء سے اب تک امریکہ کی طرف سے پاکستانی عوام پر ۷۰ سے زائد ڈرون حملے کیے گئے ہیں جن کے نتیجے میں ہمارے ۷۰۰ سے زائد

www.KitaboSunnat.com

معصوم اور نہتے شہری شہید ہوئے ہیں۔ امریکہ نہ صرف قبائلی علاقوں میں ڈرون حملے جاری رکھنے پر مصر ہے، بلکہ وہ ان کا دائرہ ملک کے دوسرے حصوں تک بھی پھیلانا چاہتا ہے۔

④ امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے ساتھ مل کر ہمارے ایٹمی اثاثوں کو ہتھیانے کی سازش میں بھی ملوث ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ہم نے ماضی میں بھارت کے ساتھ لڑی جانے والی خوفناک جنگوں کے تناظر میں بھارت کے ایٹمی طاقت بن جانے کے بعد جنوبی ایشیا میں طاقت کا توازن برقرار رکھنے کے لئے ڈیٹرنس Deterrence کے طور پر ایٹمی صلاحیت حاصل کی تھی لیکن اس کے باوجود ہمارے ایٹمی اثاثے یہود و ہنود کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں بھارت نے اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ کی سرپرستی میں پاکستان کے ایٹمی اثاثوں پر حملہ آور ہونے کی سازش تیار کی تھی لیکن پاکستان کا بروقت اور شدید ردّعمل دیکھ کر بھارت کو اپنے ناپاک اِرادوں سے تائب ہونا پڑا۔ ابھی حال ہی میں بعض اطلاعات کے مطابق اسرائیل اور بھارت نے امریکہ کی آشیر باد پر تربیت یافتہ دہشت گردوں کے ذریعے ہماری ایٹمی تنصیبات پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ امریکی صحافی سیمور ہرش کے حالیہ انکشافات نے ان اطلاعات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ وہ آج بھی اپنے ان انکشافات کی ثقاہت پر مصر ہیں، اگرچہ امریکی حکومت نے ان کی تردید کی ہے۔ اُنہوں نے برملا کہا ہے کہ پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کے غلط ہاتھوں میں چلے جانے کے خدشے سے نمٹنے کے لئے امریکہ میں ایک نہیں، کئی ٹیمیں تیار کی گئی تھیں۔ اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ پاکستانی جوہری نظام سے متعلق ایک اہم جزو کے کھو جانے کے بارے میں اَلارم اسلام آباد میں واقع امریکی سفارت خانے نے بجایا تھا، جو غلط ثابت ہوا اور اسی الارم کی وجہ سے ایک امریکی ٹیم دبئی بھی پہنچ گئی تھی۔ اَمریکہ یہ جاننے کے باوجود کہ ہماری ایٹمی صلاحیت جنوبی ایشیا میں قیامِ امن کے لئے ناگزیر ہے، ہمارے ان ایٹمی اثاثوں کے درپے ہے جو ہماری خودمختاری کی شہ رگ ہیں۔

⑤ رسوائے زمانہ کیری لوگر بل میں جس طرح ہماری خودمختاری پر حملہ کیا گیا، اس پر پوری قوم کا بچہ بچہ بلبلا اُٹھا۔ عوام کے تیور دیکھتے ہوئے ہمارے بے بس حکمرانوں کو بھی امریکہ کے ساتھ اس بل میں ضروری ترامیم لانے کے لئے بات کرنا پڑی۔ یہ الگ بات ہے کہ امریکہ نے بل میں ترمیم کی بجائے ہمیں ایک وضاحتی ڈکلیریشن پر ٹرخا دیا لیکن امریکہ کی

www.KitaboSunnat.com

طرف سے یہ وضاحتی ڈکلیریشن بھی غنیمت ہے کیونکہ اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ امریکہ واقعتاً اس بل کی آڑ میں ہماری خودمختاری کو پامال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جبکہ عملاً اس ڈکلیریشن سے بھی اصل بل کے اطلاق وتاثیر میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔

④ بعض مصدقہ اطلاعات کے مطابق پاکستان میں امریکی سفارت خانے کی سرپرستی میں رَا کے انٹیلی جنس افسران کے ساتھ ہمارے سینئر سول ملازمین کی ملاقاتیں کروائی جارہی ہیں تاکہ اُنہیں بھارت کی جانب سے جاسوسی پر مامور کیا جاسکے۔ گزشتہ دنوں ایک ایسی ہی ملاقات کا اہتمام ایک سینئر امریکی سفارت کار کی رہائش گاہ پر کیا گیا۔ امریکی سفارت خانہ تمام آدابِ سفارت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمارے سینئر سول ملازمین کو را کے ایجنٹوں کے ساتھ متعارف کروانے کا اہتمام کیوں کررہا ہے؟ اور کیا یہ ہماری خودمختاری پر ایک اعلانیہ وار نہیں ہے؟

⑤ نئی افغان پالیسی کے تحت امریکہ نے مزید تیس ہزار اور نیٹو نے پانچ ہزار فوجیوں کو افغانستان بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان فوجیوں کی آمد کا مقصد کیا ہے جبکہ امریکہ نے افغانستان سے اپنی افواج کے اِنخلا کے لئے جولائی ۲۰۱۱ء کی تاریخ مقرر کردی ہے؟ اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ ڈیڑھ سال میں پوری قوت کے ساتھ انسدادِ دہشت گردی کی نام نہاد جنگ لڑی جائے جس کے نتیجے میں یقیناً پاکستان میں خودکش حملوں کی وارداتوں میں اضافہ ہوگا اور ایک امکان یہ بھی ہے کہ امریکی فوج کا کچھ حصہ پاکستانی حدود میں بھی داخل ہوسکتا ہے کیونکہ واشنگٹن پوسٹ میں یہ بات شائع ہوچکی ہے کہ امریکہ کی سپیشل آپریشن فورسز نے افغانستان کے بارڈر کے نزدیک اپنی بری ٹیمیں تشکیل دے دی ہیں جو بوقتِ ضرورت پاکستان کی حدود میں داخل ہوجائیں گی۔ کیا یہ پاکستان کی خودمختاری کے خلاف ایک گھناؤنی سازش نہیں ہے؟

⑥ امریکہ پاکستان میں اپنے سفارتی عملے میں اضافہ کررہا ہے اور اس عملے کی حفاظت کی آڑ میں بلیک واٹر کی آمد بھی جاری ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ اگرچہ ملک میں بلیک واٹر کی غیر موجودگی کے دعوے کرتے رہتے ہیں لیکن اب ان کے ان دعوؤں کی کھلے عام تکذیب ہو

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے کیونکہ اسلام آباد اور لاہور میں بلیک واٹر اور مشکوک غیر ملکی کالے شیشوں والی گاڑیوں میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ اگر ہماری پولیس اُنہیں روکنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ اسے گولی چلا دینے کی دھمکی دیتے ہیں۔ یہ مشکوک لوگ جعلی نمبروں والی پلیٹیں اپنی گاڑیوں پر لگا کر آزادانہ گھومتے ہیں اور ہمارے بزدل حکمران کمال ڈھٹائی کے ساتھ اُنہیں سفارت خانے کی گاڑیاں قرار دیتے ہیں۔ اگر پولیس کے کچھ فرض شناس لوگ اُنہیں پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارے یہی اعلیٰ حکام اُنہیں چھوڑنے کا حکم صادر کر دیتے ہیں۔ اُنہوں نے اسلام آباد کے علاوہ لاہور میں بھی سینکڑوں گھر کرائے پر لے لیے ہیں۔ ایک برطانوی اخبار نے سی آئی اے سے متعلق ایک اہم امریکی اہل کار کے حوالے سے دعویٰ کیا ہے کہ بلیک واٹر پاکستان میں موجود ہے۔ حال ہی میں پاکستان میں امریکی سفیر نے بلیک واٹر پر ایک چشم کشا رپورٹ پر مشتمل کالم کو اخبار کی انتظامیہ پر دباؤ ڈال کر شائع کرنے سے روک دیا۔ اقوامِ متحدہ کے خصوصی تفتیش کار فلپ آسٹن نے یہ انکشاف کیا ہے کہ سی آئی اے پاکستان اور افغانستان میں لوگوں کے قتل عام کے منصوبے پر کام کر رہی ہے، صاف ظاہر ہے کہ یہ اہم ٹاسک بلیک واٹر کے سپرد ہی کیا گیا ہے۔ کیا یہ پاکستان کی خودمختاری کے ساتھ کھلا مذاق نہیں ہے؟

اس صورتِ حال سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ اپنے مفادات کے لئے پاکستان کو استعمال تو کر ہی رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس سے خیر کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے بے بس حکمران ہماری قومی خودمختاری کا تحفظ کرنے سے عاری ہو چکے ہیں اور ان پر نرم و نازک نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے قوم سے ہر طرح کی غلط بیانی بھی کر سکتے ہیں اور ہر قومی و ملکی مفاد کا سودا روک سکتے ہیں۔ لہٰذا بہ حالاتِ بالا ناپاک امریکی عزائم کی راہ میں حائل ہونے اور اس کے اثر و نفوذ کو ختم کرنے کا واحد راستہ یہی نظر آتا ہے کہ عوام کو بیدار اور متحرک کیا جائے اور ایک بھرپور عوامی تحریک کے ذریعے اپنے حکمرانوں اور امریکہ کو یہ احساس دلا دیا جائے کہ ہمارے حکمرانوں کو قومی خود مختاری عزیز ہو یا نہیں، لیکن پاکستان کے سترہ کروڑ عوام ہر حال میں اپنی قوم خودمختاری کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ (محمد خلیل الرحمٰن قادری)

www.KitaboSunnat.com

معیشت واقتصاد

شیخ الحدیث حافظ ذوالفقارعلی

[قسط دوم]

خرید وفروخت کے زرّیں اسلامی اُصول

⑤ عیب نہ چھپائیں

دین اسلام خیر خواہی کا دین ہے، اس لیے مسلمان تاجر پر لازم ہے کہ لین دین کے وقت سچائی سے کام لے اور خریدار پر حقیقتِ حال واضح کرے، مال کے نقص کو نہ چھپائے اور ملاوٹ، مکر وفریب، جھوٹ اور دھوکہ دہی سے مکمل اجتناب کرے۔ یہ سوچ نہ رکھے کہ سچ بولنے سے منافع میں کمی واقع ہوگی کیونکہ سچ بولنے سے اللہ تعالیٰ تھوڑے منافع میں بھی برکت ڈال دیتا ہے جبکہ جھوٹ سے حاصل کیا ہوا زیادہ منافع بھی بے برکت ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا ، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا» [صحیح البخاری کتاب البیوع: باب ما یمحق الکذب]

''اگر وہ دونوں (تاجر اور گاہک) سچ بولیں اور ایک دوسرے پر حقیقتِ حال واضح کر دیں تو ان کے سودے میں برکت ہوگی، اور اگر دونوں نے جھوٹ بالا اور عیب کو چھپایا تو ان کے سودے سے برکت مٹا دی جائے گی۔''

فریقین کو چاہیے کہ وہ معاملہ کرتے وقت ہمیشہ اس حدیث کو پیش نظر رکھیں۔ بعض دکاندار چیز کا نقص واضح نہیں کرتے بلکہ اس کی ذمہ داری خریدار پر ڈال دیتے ہیں کہ آپ خود دیکھ لیں اگر بعد میں کوئی نقص نکلا تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے حالانکہ ان کو اس کا علم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ خلافِ شریعت ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ إِلاَّ بَيَّنَهُ لَهُ» [سنن ابن ماجہ: باب من باع عیبًا فلیبیّنہ وقال ابن حجر فی الفتح: اسنادہ حسن]

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے

www.KitaboSunnat.com

بھائی کو ایسی چیز بیچے جس میں عیب ہو سوائے اس کے کہ وہ اس پر واضح کر دے۔''

یعنی فروخت کنندہ کو چاہیے کہ وہ خریدار پر واضح کرے کہ مال میں یہ نقائص ہیں۔ مال کے عیوب چھپانا کتنا عظیم جرم ہے، اس کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں سے بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو چیز کا عیب ظاہر کئے بغیر فروخت کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کیا۔ آپ کی اُنگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے غلے والے! یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس پر بارش پڑ گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اس کو دیکھ سکتے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دھوکا دیا، اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔''

[صحیح مسلم: باب قول النبي ﷺ من غشنا]

یہاں یہ نکتہ غور طلب ہے کہ تاجر نے غلے کو خود گیلا نہیں کیا تھا بلکہ محض گیلے حصے کو چھپایا تھا مگر آپ نے اسے بھی قابل گرفت قرار دیا۔ کیونکہ ناقص خوراک سے لوگوں کی صحت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کم روشنی میں گاہک کے سامنے مال پیش کرنا یا مال کی دو تہیں ہوں تو صرف عمدہ تہہ ہی دکھانا بھی دھوکہ دہی میں داخل ہے۔

⑥ ناپ تول میں ڈنڈی نہ ماریں

دھوکا دہی اور فریب کی بدترین قسم ناپ تول میں کمی ہے۔ جو لوگ اس سنگین جرم کے مرتکب ہیں وہ اسلام کی نگاہ میں قابل نفرت اور سخت سزا کے مستحق ہیں۔ قرآنِ مجید نے اس جرم کی شناعت وقباحت اور اُخروی سزایوں بیان فرمائی ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣﴾ [المطففین:۱،۲،۳]

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب اُنہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔''

حضرت شعیبؑ جس قوم میں مبعوث کئے گئے، ان میں شرک کے علاوہ ایک نمایاں بیماری

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی تھی کہ وہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، حالانکہ یہ بڑے آسودہ حال تھے۔ جب یہ لوگ حضرت شعیبؑ کی نصیحت پر بھی باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ برسا کر ان کو مال ودولت سمیت تباہ کر دیا۔ یہ عذاب اس طرح آیا کہ پہلے سات دن تک ان پر سخت گرمی اور دھوپ مسلط کر دی۔ اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا، چونکہ یہ لوگ سات دن کی سخت گرمی سے بلبلائے ہوئے تھے، اس لیے سب سائے تلے جمع ہوگئے تا کہ ٹھنڈی ہواؤں کا لطف اُٹھائیں۔ لیکن چند لمحے بعد ہی آسمان سے آگ کے شعلے برسنا شروع ہو گئے، زمین زلزلے سے لرز اُٹھی اور ایک سخت چنگھاڑ نے اُنہیں ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیا۔ قرآنِ حکیم نے اس واقعہ کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے:

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾[الشعراء:۱۸۹]

''اُنہوں نے اسے (شعیبؑ کو) جھٹلایا تو اُنہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا۔''

امام الانبیاء ﷺ کا فرمان ہے:

«وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلاَّ أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَؤُنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ» [سنن ابن ماجہ: باب العقوبات]

''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔''

چونکہ ناپ تول میں ڈنڈی مارنا ظلم ہے جس کی دین اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ دیتے وقت ذرا جھکتا ہوا دیا جائے۔ فرمانِ نبویؐ ہے:

«إِذَا وَزَنْتُمْ فَأَرْجِحُوا» [سنن ابن ماجہ: باب الرجحان في الوزن]

''جب تول کرو تو جھکتا ہوا دو۔''

⑦ قسمیں نہ کھائیں

بعض تاجر اگر جھوٹی قسمیں کھا کر دھوکا دہی کے مرتکب ہوتے ہیں تو بعض گاہکوں کو مطمئن کرنے کے لیے بہت زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔ جھوٹی قسم تو بدترین گناہ ہے، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا لیکن سچی قسم سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ حدیث کی مستند اور اعلیٰ ترین کتاب صحیح بخاری میں ایک عنوان یوں قائم کیا گیا ہے:

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

''خرید وفروخت میں قسمیں کھانا مکروہ ہیں۔''

شارحِ بخاری علامہ ابن حجرؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یہ کراہتِ مطلق ہے۔ اگر قسم جھوٹی ہوگی تو مکروہ تحریمی اور اگر سچی ہوگی تو مکروہ تنزیہی ہو گی۔'' [فتح الباری: ج۴/ص۴۰۰]

یعنی سچی قسم سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ علامہ بدر الدین عینیؒ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ [عمدۃ القاری: ج۸/ص۳۵۵]

ارشادِ نبویؐ کے مطابق یہ عادت برکت کھو دینے کا باعث ہے کیونکہ دنیاوی مفاد کے لیے اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام کا استعمال غیر مناسب ہے اور بالآخر جب لوگ ایسے تاجر کی عادت سے واقف ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی قسموں پر یقین نہیں کرتے۔ یوں اس کی دکانداری خراب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے قسمیں کھا کر مال بیچنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ» [صحیح بخاری باب يمحق الله الربا]

''قسم تجارت کو تو چلاتی ہے مگر برکت کو ختم کر دیتی ہے۔''

حضرت ابوقتادۃ انصاریؓ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

«إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ»

''بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ یہ چیز فروخت تو کر دیتی ہے، مگر اس کی برکت ختم کر دیتی ہے۔'' [صحیح مسلم: باب النهي عن الحلف في البيع]

⑧ نرم رویہ اختیار کریں

کاروباری معاملات اور لین دین میں دوسرے فریق کو رعایت اور سہولت دینا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام یہ تلقین کرتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے ساتھ فراخ دلی، نرمی اور سیر چشمی کا مظاہرہ کریں۔ بنئے کی طرح سخت اور بے لچک رویہ اختیار نہ کریں۔

www.KitaboSunnat.com

پیارے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«رَحِمَ اللهُ رَجُلاً سَمْحًا إِذَا بَاعَ ، وَإِذَا اشْتَرَى ، وَإِذَا اقْتَضَى»

[صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب السهولة و السماحة في الشراء و البيع]

''اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو بیچتے، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی کرتا ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

«أفضل المؤمنين رجل سمح البيع ، سمح الشراء ، سمح القضاء ، سمح الاقتضاء» [طبرانی اوسط: ج۷/ص۲۹۷]

''بہترین مؤمن وہ ہے جو خرید وفروخت، قرض کی ادائیگی اور مطالبہ میں نرم ثابت ہوتا ہے۔''

☜ بعض اوقات چیز خریدنے کے بعد انسان کو اس کی ضرورت نہیں رہتی یا وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، اس صورت میں اگرچہ شریعت دوسرے فریق کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ ضرور واپس کرے لیکن اگر وہ ایسا کرلے تو یہ بہت بڑی نیکی ہوگی۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللهُ عَثْرَتَهُ» [سنن ابی داؤد باب في فضل الإقالة]

''جو مسلمان کا سودا واپس کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی غلطیوں سے درگذر فرمائے گا۔''

ہمارے ہاں بعض دکان داروں نے یہ عبارت لکھ کر آویزاں کی ہوتی ہے:

''خریدا ہوا مال واپس یا تبدیل نہیں ہوگا۔''

یہ رویہ نہ تو اس جذبہ اخوت ومحبت کے مطابق ہے جس کی تعلیم اِسلام اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے اور نہ ہی کاروباری لحاظ سے فائدہ مند، کیونکہ جب کسی تاجر کی یہ شہرت ہوجائے کہ وہ خریدی گئی چیز واپس یا تبدیل نہیں کرتا تو لوگ اس کی دکان پر جانے سے کتراتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کاروبار سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔

⑨ سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے

دو پارٹیوں کے درمیان معاملہ طے پا جانے کے بعد تیسرے فریق کو یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی پارٹی کو ورغلا کر سودا خراب کرنے کی کوشش کرے۔ نہ تو خریدار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ سودا ختم کردیں میں تمہیں یہی چیز اس سے کم قیمت پر مہیا کردیتا ہوں اور نہ ہی فروخت

www.KitaboSunnat.com

کنندہ کو یہ پیشکش کی جاسکتی ہے کہ تم یہ چیز اسے نہ دو بلکہ میں اس سے زیادہ میں خریدتا ہوں۔ یہ دونوں طریقے اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں کیونکہ اس طرح لوگوں کے درمیان نفرت و عدوات پیدا ہوسکتی ہے۔اس لیے حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَلَا یبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ»

[صحیح مسلم:کتاب البر والصلة ، باب تحریم ظلم المسلم وخذله]

''کوئی شخص کسی کے سودے پر سودا نہ کرے۔''

دوسری حدیث میں ہے:

«لاَ یَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَی سَوْمِ أَخِیه» [صحیح مسلم: تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه]

''مسلمان اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے۔''

اگرچہ نیلامی (بولی) میں بھی ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے لگائی گئی قیمت پر قیمت لگاتا ہے مگر یہ صورت جائز ہے۔

- ایک تو اس لیے کہ نیلامی کا جواز خود نبی ﷺ سے ثابت ہے۔حضرت انسؓ سے منقول ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک کمبل اور پیالہ فروخت کیا۔آپؐ نے فرمایا: یہ کمبل اور پیالہ کون خریدے گا۔ایک شخص نے کہا میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں نبی ﷺ نے فرمایا ایک درہم سے زائد کون دے گا۔ایک شخص نے دو درہم دیئے تو آپ نے وہ دونوں چیزیں اس کو بیچ دی۔''[سنن ترمذی:کتاب البیوع، باب ماجاء في بیع من یزید وقال هٰذا حدیث حسن]

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس کے حق میں یوں عنوان قائم کیا ہے۔

بابُ بَیْعِ الْمُزایَدَةِ ''نیلامی کے جواز میں''

- دوسرا اس لیے کہ قیمت پر قیمت لگانا تب ناجائز ہے جب فروخت کنندہ پہلے شخص کو فروخت کرنے پر آمادگی ظاہر کر چکا ہو یعنی سودا طے پاچکا ہو،لیکن اگر اس نے ابھی تک اپنی آمادگی کا اظہار نہ کیا ہو بلکہ صرف خواہشمندوں کو قیمت لگانے کی دعوت دے رہا ہوتو پھر یہ جائز ہے۔ نیلامی میں چونکہ فروخت کنندہ کی دعوت پر قیمت لگائی جارہی ہوتی ہے

www.KitaboSunnat.com

لٰہذا یہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

⑩ گناہ میں معاون نہ بنیں

ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنی استطاعت واستعداد کی حد تک بدی اور فحاشی کے انسداد کے لیے جد وجہد کرے۔ایک مؤمن کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ مال ودولت کی خاطر برائی میں ممدومعاون بنے۔قرآن نے دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک زریں اُصول یہ بتایا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدۃ:۲]

''نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے رہو۔گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کے معاون نہ بنو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک وہ سخت عذاب والا ہے۔''

اس حکم کا اطلاق معاملات پر بھی ہوتا ہے۔اس لیے اگر کسی فروخت کنندہ کو یہ یقین ہو کہ خریدار مجھ سے خریدی گئی چیز حرام مقصد کے لیے استعمال کرے گا تو اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَبَسَ الْعِنَبَ أَيَّامَ الْقِطَافِ حَتَّى يَبِيعَهُ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا فَقَدْ تَقَحَّمَ النَّارَ عَلَى بَصِيرَةٍ» [بلوغ المرام وحَسَّنَ ابن حجر اسناده]

''جس نے انگور کو اُتارنے کے زمانہ میں روکے رکھے تاکہ وہ شراب ساز کو فروخت کرے تو وہ جانتے بوجھتے جہنم میں جا گھسا۔''

صحیح بخاری میں مذکور ہے:

وكَرِهَ عِمرانُ بنُ حُصَينٍ بَيْعَهُ في الفِتْنَةِ

''عمران بن حصینؓ نے فتنہ (مسلمانوں کی باہمی لڑائی) کے دور میں اسلحہ کی فروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔'' [باب بيع السلاح في الفتنة وغيرها]

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خریدار کے ساتھ تعاون ہے۔یہ تب ہے جب صورت حال واضح نہ ہو لیکن جب باغی کا علم ہو پھر برحق جماعت کو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ابن بطال کہتے ہیں کہ فتنہ کے زمانہ میں اسلحہ کی فروخت اس لیے ممنوع ہے کہ یہ گناہ پر تعاون کی شکل ہے، اسی لیے

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور اسحٰقؒ شراب ساز کو انگور بیچنے مکروہ سمجھتے ہیں۔''

[فتح الباری: ج۴/ص ۴۰۸]

حرام کاروبار کے لیے جگہ فروخت کرنے کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ معاہدۂ بیع کے وقت فروخت کنندہ کے علم میں ہو کہ خریدار اس کو حرام مقاصد کے لیے استعمال کرے گا لیکن اگر معاہدے کے وقت اس کی نیت معلوم نہ ہو اور بعد ازاں وہ اس کا غلط استعمال شروع کر دے تو اس صورت میں فروخت کنندہ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ شرعاً فروخت کنندہ پر مشتری سے خریداری کا مقصد معلوم کرنے کی پابندی نہیں ہے۔

⑪ اُدھار معاملات لکھ لیا کریں

کاروباری طبقہ کو اکثر اُدھار خرید وفروخت کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ بعض اوقات فریقین باہمی اعتماد اور خوشگوار تعلقات کی بنا پر ابتدا میں کسی تحریر کی ضرورت محسوس نہیں کرتے مگر بعد میں بے اعتمادی اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور نوبت لڑائی، جھگڑے اور مقدمہ بازی تک جا پہنچتی ہے یا زیادہ عرصہ گزرنے کی وجہ سے خریدار کو یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کوئی چیز خریدی تھی یا نہیں، اگر خریدی تھی تو کس قیمت پر۔

اس کے علاوہ یہ بھی امکان ہے کہ خریدار اچانک فوت ہوجائے اور تحریری ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ورثا ادائیگی سے انکار کر دیں۔ اس موقع پر اگر کسی فریق کے پاس تحریر موجود ہو تو یہ شہادت کا کام دے سکتی ہے۔ اس لیے قرآنِ حکیم نے یہ تلقین کی ہے کہ اُدھار خرید وفروخت کی دستاویز لکھ لی جائے تاکہ بعد میں تنازعات اور اختلافات پیدا نہ ہوں اور اگر ہوں تو ان سے نمٹنا آسان ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ [البقرۃ:۲۸۲]

''اے ایمان والو! جب تم مدتِ معین تک اُدھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

اگرچہ اہل علم کی اصطلاح میں یہ حکم واجب نہیں لیکن اس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جو لوگ اس حکم کو معمولی سمجھ کر غفلت برتتے ہیں، وہ بسا اوقات ایسے جھگڑوں میں پھنس جاتے ہیں جن سے نکلنا آسان نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر قرآن کی اس گراں قدر تعلیم پر عمل

www.KitaboSunnat.com

کرلیا جائے تو بعد میں پیدا ہونے والے بہت سے مفاسد کا سد باب ہوسکتا ہے۔

چونکہ نقدلین دین میں اختلاف کا اندیشہ کم ہوتا ہے، اس لیے قرآنِ حکیم نے نقد خرید وفروخت کو ضبط تحریر میں لانے کی پابندی عائد نہیں فرمائی۔ البتہ اگر فروخت شدہ چیز بڑی مالیت کی ہو تو پھر رسید کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے تا کہ بعد میں کوئی نقص سامنے آئے تو خریدار کے پاس خریداری کا ثبوت موجود ہو جو فروخت کنندہ کو دکھایا جا سکے۔ حضرت عداء بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے آنحضرت ﷺ سے غلام یا لونڈی خریدی اور آپؐ نے ثبوت کے طور پر مجھے یہ تحریر لکھ کر دی:

«هَذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ اشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا أَوْ أَمَةً لاَ دَاءَ وَلاَ غَائِلَةَ وَلاَ خِبْثَةَ بَيعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ»

[سنن ترمذی: باب ما جاء في كتابة الشروط؛ سنن ابن ماجہ: باب شراء الرقیق]

''یہ وہ خریداری ہے جو عداء بن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے کی ہے۔ اس نے آپ سے ایک ایسا غلام یا لونڈی خریدی ہے جس میں نہ کوئی عیب ہے اور نہ ہی اخلاقی برائی اور دھوکہ دہی۔ یہ ایک مسلمان کی مسلمان کے ساتھ بیع ہے۔''

فروخت کی جانے والی چیز کے متعلق ہدایات

جو چیز فروخت کی جا رہی ہو اس کے متعلق بھی شریعت نے اُصول طے کر دیئے ہیں جن کی پابندی لازمی ہے:

① قرض دستاویزات کی تجارت جائز نہیں

شرعی قواعد وضوابط کے تحت قرض کے تمسُّکات اور کریڈٹ دستاویزات پر منافع کمانا جائز نہیں کیونکہ شریعت کی رو سے قرض تجارتی معاملہ نہیں ہے۔ لہٰذا ڈیبنچرز، پاکستان انوسمنٹ بانڈز (پی آئی بی)، فیڈرل انوسمنٹ بانڈز (ایف آئی بی)، روایتی ٹرم فنانس سرٹیفکیٹس (ٹی ایف سی)، اور ٹریژری بلز (ٹی بلز) کی خرید وفروخت ممنوع ہے کیونکہ یہ سب سودی قرض کے تمسُّکات ہیں۔ بل آف ایکسچینج (Bill of Exchange) کی ڈسکاؤنٹ جس کا کاروباری حلقوں میں خاصا رواج ہے، بھی کریڈٹ دستاویز بیچنے کی ایک شکل ہے۔ حالیہ

www.KitaboSunnat.com

مالیاتی بحران جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ قرضوں اوران کے مُشْتَقّات (Derivatives) کی خرید وفروخت ہے۔ اگر معاشی سرگرمیوں سے اس عنصر کو ختم کر دیں تو موجودہ بحران پر بڑی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

کریڈٹ دستاویزات کی بیع سے ملتی جلتی ایک صورت صُكُوك کی خرید وفروخت ہے جس کا تذکرہ کتبِ حدیث میں موجود ہے۔ صُكُوك "صَكّ" کی جمع ہے جس کا معنی ہے: 'دستاویز'

مروان بن حکم کے دور میں بیت المال سے راشن حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو کارڈز جاری کئے جاتے جنھیں صُکوك کہا جاتا تھا۔ بعض لوگ یہ کارڈز فروخت کر دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ مروان سے ملاقات کے لیے گئے تو اُن سے کہا کہ آپ نے تو سود کی بیع کو جائز قرار دے دیا ہے۔ مروان نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا، اُنہوں نے فرمایا: آپ نے صکوک فروخت کرنے کی اجازت دی ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے تا آنکہ اسے قبضہ میں لے لیا جائے۔ چنانچہ مروان نے اپنے خطاب میں اس پر پابندی لگانے کا اعلان کر دیا۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے سیکورٹی اہلکاروں کو دیکھا: وہ لوگوں کے ہاتھوں سے صکوک چھین رہے تھے۔

[صحيح مسلم: كتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض]

② چیز کا استعمال جائز ہو

دوسرا اُصول یہ ہے کہ صرف انہی چیزوں کا لین دین ہو جن سے عام حالات میں شرعی طور پر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہو۔ جن چیزوں سے عام حالات میں فائدہ اٹھانا جائز نہیں، ان کی خرید وفروخت بھی نہیں ہوسکتی: جیسے شراب، مردار اور خنزیر وغیرہ ہیں۔ یہ چیزیں ہر حال میں حرام ہیں ان سے اِضطراری حالت میں تو فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن ان کو کسی قسم کے حالات میں فروخت نہیں جا سکتا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

«إِنَّ اللهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ»

"یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتے ہیں تو ان پر اس کی قیمت بھی حرام

www.KitaboSunnat.com

کر دیتے ہیں۔''   [سنن ابوداوٗد: باب في ثمن الخمر و الميتة]

☜ وہ کونسی کونسی اشیا ہیں جن کے استعمال کی شرعی طور پر اجازت نہیں، اس سلسلے میں بعض قرآنی آیات ملاحظہ ہوں:

◉ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾   [المائدۃ:۹۰]

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال نکالنے کے تیر ناپاک ہیں، شیطانی عمل ہیں۔ لہٰذا ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

◉ ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ﴾ [الانعام:۱۴۵]

''کہہ دیجیے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے، اس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو پس یقیناً وہ نجس ہے۔''

◉ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾   [لقمان:٦]

''بعض لوگ وہ ہیں جو دِل فریب باتیں خریدتے ہیں، تاکہ بغیر علم کے اللہ کی راہ سے گمراہ کریں اور ان کو مذاق بناتے ہیں، ان لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

قرآنِ مجید کی ان آیات میں شراب، جوے، بتوں، فال نکالنے کے تیروں، مردار، بہائے گئے خون، خنزیر کے گوشت اور دل فریب باتوں کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ شراب کے علاوہ دیگر مُنَشِّیات اور مُخَدِّرات کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح بتوں کے علاوہ باقی آلاتِ شرکیہ بھی اس حرمت میں داخل ہیں۔ جب کہ دلفریب باتوں میں گانے، موسیقی، رومانوی ناول، فحش لٹریچر اور باطل نظریات پر مشتمل کتب سب شامل ہے۔ لہٰذا گانوں اور موسیقی پر مشتمل آڈیو، ویڈیو کیسٹس، سی ڈیز، فحاشی، جادو اور علم نجوم کی تعلیم پر مبنی کتابوں کی تجارت حرام ہے۔

◉ نبی ﷺ نے کتے اور بلّے کی قیمت سے بھی منع فرمایا ہے۔ ابوزبیر کہتے ہیں میں نے:

سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ قَالَ زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ

”جابرؓ سے کتے اور بِلّے کی قیمت کے بارہ میں پوچھا۔اُنہوں فرمایا: نبی ﷺ نے اس سے ڈانٹا ہے۔“ [صحیح مسلم: باب تحریم ثمن الکلب]

یہاں یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ حرام اشیا کا لین دین جس شکل میں بھی ہو، وہ ناجائز ہی شمار ہوگا، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

«إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالأَصْنَامِ» فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ؟ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ: «لاَ هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا أَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ» [صحیح بخاری باب بیع المیتۃ والاصنام، صحیح مسلم: باب تحریم بیع الخمر]

”بلا شبہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! مردار کی چربی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کیونکہ یہ کشتیوں کو لگائی جاتی ہے اور اس سے چمڑوں کو مالش کی جاتی ہے اور لوگ اس کو چراغوں میں جلاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: نہیں یہ بھی حرام ہے۔ پھر اس موقع پر آپ نے فرمایا: اللہ یہودیوں کو تباہ کرے جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر چربی حرام کی تو اُنہوں نے اس کو پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھا گئے۔“

③ ابہام سے پاک ہو

تیسرا اُصول یہ ہے کہ جس چیز کا سودا ہو رہا ہے وہ اپنی جنس، ذات، مقدار اور اوصاف کے لحاظ سے بالکل واضح اور متعین ہو،کسی بھی اعتبار سے مبہم یا غیر واضح نہ ہو۔اس قسم کے ابہام کو اصطلاح میں غَرَر (Uncertainty) کہتے ہیں جو شریعت کی نظر میں ممنوع ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ
[صحیح مسلم: باب بطلان بیع الحصاۃ]

”رسول اللہ ﷺ نے کنکری کی بیع اور غرر پر مشتمل بیع سے منع فرمایا ہے۔“

کنکری کی بیع خرید وفروخت کا وہ طریقہ ہے جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا۔فروخت کنندہ خریدار سے کہتا: میں یہ کنکری پھینکتا ہوں، یہ جہاں گرے گی میں وہاں تک یہ زمین آپ کو اتنے میں فروخت کرتا ہوں؛ ایسا کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اس صورت میں زمین مبہم رہتی ہے، جبکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو چیز فروخت کی جارہی ہو وہ واضح اور متعین ہونی چاہیے۔ یہ بھی اصل میں غرر ہی ہے مگر چونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس میں ملوث تھے، اس لیے اس کا علیحدہ تذکرہ فرمایا۔اس نوعیت کی اور بھی کئی بیوع رائج تھیں مگر آپ ﷺ نے سب پر پابندی عائد فرمادی۔

☜ ہمارے معاشرے میں ہاؤسنگ اسکیموں کی فائلیں فروخت کرنے کا رواج ہے حالانکہ ابھی وہاں نہ تو پلاٹنگ ہوئی ہوتی ہے اور نہ ہی اَفراد کا الگ الگ حصہ متعین ہوتا ہے۔شرعی اعتبار سے فائلز کی خرید وفروخت جائز نہیں کیونکہ جب تک اسکیم کی پلاٹنگ نہ کر دی جائے، پلاٹ مبہم رہتا ہے جس کی نشاندہی ممکن نہیں ہوتی اور مبہم چیز کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔اس لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے پلاٹنگ کی جائے، اس کے بعد خرید وفروخت شروع ہو۔

زمین میں پوشیدہ سبزیوں کی بیع

بعض اوقات کاشت کار شلجم، گاجر، مولی، اَروی، لہسن اور پیاز وغیرہ کی فصل کو زمین کے اندر ہی فروخت کر دیتے ہیں۔ چونکہ یہ سبزیاں زمین میں پوشیدہ ہوتیں ہیں، اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کرنا درست ہے یا یہ غرر کے زمرہ میں داخل ہے؟ جلیل القدر فقیہ امام ابن قیمؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

ولیس من بیع الغرر بیع المغیبات في الأرض کاللفت والجزر والفجل والقلقاس والبصل ونحوها فإنها معلومة بالعادة یعرفها أهل الخبرة بها وظاهرها عنوان باطنها فهو کظاهر الصبرة مع باطنها ولو قدر أن في ذلك غررًا فهو غرر یسیر یغتفر في جنب المصلحة العامة التي لا بد للناس منها [زاد المعاد: ج۵/ص۸۲۰]

''جو سبزیاں زمین میں پوشیدہ ہوتیں ہیں جیسے شلجم، گاجریں، مولیاں، اَروی اور پیاز وغیرہ ہیں ان کی (زمین کے اندر) بیع غرر میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ عام طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ان

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں معلومات رکھنے والے ان کو جانتے ہوتے ہیں۔ان کی ظاہری حالت سے ان کی اندرونی حالت کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے غلے کے اوپر والے حصے کو دیکھ کر اس کی اندرونی حالت کا پتا چل جاتا ہے۔اگر اس میں غرر تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ معمولی ہوگا جو مفادِ عامہ جو کہ لوگوں کے لیے ناگزیر ہے، کی وجہ سے ناقابل گرفت ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''اگر ان کو ایک ہی مرتبہ نکال کر بیچنے کی شرط عائد کر دی جاتی تو اس میں مشقت ہوتی اور لوگوں کے اَموال خراب ہوتے جبکہ شریعت کا یہ تقاضا نہیں ہے۔اور اگر یہ پابندی لگا دی جاتی کہ تھوڑی تھوڑی مقدار میں بیچی جائے یعنی جتنی نکالی جائے، اتنی ہی فروخت کی جائے تو اس میں بھی تنگی اور حرج ہوتا، اس سے اصحابِ مال اور مشتری کے مفادات کا معطل ہونا کسی سے مخفی نہیں ہے۔'' [ایضاً:ص ۸۲۱]

④ سپردگی ممکن ہو

فروخت کی جانے والی چیز کے متعلق چوتھا حکم یہ ہے کہ فروخت کنندہ اس کو خریدار کے حوالے کرسکتا ہو۔ جو چیز خریدار کے سپرد نہ کی جاسکتی ہو، اس کو بیچنا جائز نہیں کیونکہ مشتری سے قیمت وصول پانے کے بعد چیز اس کے حوالے نہ کرنا صریح زیادتی ہے، چنانچہ رسی تڑا کر بھاگے ہوئے جانور کو فروخت کرنا صحیح نہیں، تا آنکہ مالک اس پر قابو نہ پالے۔ایسے ہی اس پلاٹ اور مکان کو بھی بیچنا درست نہیں جس پر کسی نے ناجائز قبضہ کررکھا ہو حتیٰ کہ اسے ناجائز قابض سے واگزار کرا لیا جائے کیونکہ ان صورتوں میں سپردگی ممکن نہیں ہے، ہاں اگر غصب شدہ پلاٹ یا مکان غاصب کو ہی فروخت کیا جائے یا کسی ایسے شخص کو جو غاصب سے قبضہ لینے کی طاقت رکھتا ہو تو پھر جائز ہے۔تاہم قبضہ نہ ملنے کی صورت میں خریدار کو بیع منسوخ کرنے کا اختیار ہوگا، چنانچہ مشہور حنبلی فقیہ علامہ بہوتیؒ لکھتے ہیں:

فإن باعه من غاصبه أو قادر على أخذه صحَّ لعدم الغرر فإن عجز بعد فله الفسخ [الروض المربع:۲۷۹]

''اگر غصب شدہ چیز غاصب کو یا ایسے شخص کو بیچے جو قبضہ لے سکتا ہو تو یہ بیع صحیح ہوگی کیونکہ اب غرر نہیں رہا، اور اگر بعد میں قبضہ نہ لے سکا تو اس کو منسوخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔''

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد

شیخ سلمان بن فہد العودۃ
مترجم: حافظ محمد مصطفیٰ راسخ

شرعی ضابطے اور مناسکِ حج کی رخصتیں

زیرنظر مضمون سعودی عرب کے نامور داعی شیخ سلمان بن فہد العودۃ کے کتابچے "اِفْعَلْ وَلاَ حَرَجَ" کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کتابچہ میں شیخ موصوف نے عصر حاضر میں حجاج کرام کی مشکلات اور مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے شریعت میں موجود سہولیات اور رخصتوں کو بیان کیا ہے اور موضوع سے متعلقہ آیات، احادیث، آثار و اقوالِ سلف اور معاصر علماے کرام کے فتاویٰ جات کو جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب منفرد اُسلوب کے ساتھ لکھی گئی ہے جس میں صاحبِ کتاب نے دیباچہ کے بعد درج ذیل موضوعات پر گفتگو کی ہے:

① حج کے منافع ② تکرارِ حج ③ «اِفعل و لاحرج»
④ ارکانِ حج میں آسانی (وقوفِ عرفہ اور طوافِ افاضہ وطہارت) ⑤ رمی میں آسانی (مقام، وقت، نیابت)
⑥ تحلل اور مبیتِ منیٰ میں آسانی ⑦ قربانی میں آسانی

پھر ان موضوعات کے تحت کتاب وسنت، اقوال و آثار اور معاصر علماے کرام کے فتاویٰ جات سے ماخوذ سہولتوں اور رخصتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کتاب کے ابتدائی صفحات میں سعودی کبار علماء بورڈ کے سابق رکن شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جبرین، شیخ عبداللہ بن سلیمان بن مَنیع اور شیخ عبداللہ بن شیخ محفوظ بن بیہ کے مقدمات وتقریظات شائع کی گئی ہیں۔

عصر حاضر میں اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر سعودی عرب کی وزارتِ مواصلات الاتصالات السعودیۃ نے اس کتابچہ کو وسیع پیمانے پر مفت تقسیم کیا ہے۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اُردو ترجمہ پیش خدمت ہے جو شریعت کے ایک اہم مقصد پر مبنی ہے تاہم اس کتابچہ کی بڑے پیمانے پر اشاعت کے بعد سعودی عرب کے دیگر راسخ فکر علما میں ایک بحث نے جنم لیا کہ اگر حج کے بارے میں رخصتوں کی تلاش کا یہی رویہ اپنا لیا گیا تو اس سے حج جیسا اہم شعار حقیقی روح اور بنیادی ڈھانچے سے ہی محروم نہ ہوجائے، چنانچہ اس مضمون کے ردّ میں متعدد عرب علما نے وضاحتی مضامین تحریر کئے جن کی تلخیص آئندہ شمارہ میں "بجوابِ اِفعل و لا حرج" کے طور پر شائع کی جارہی ہے۔ جوابی وضاحت کو پڑھے بغیر زیرنظر مضمون سے استفادہ سنگین غلطیوں کا موجب ہوگا۔ (ادارہ)

زیرنظر مضمون میں مسائل حج اور اس کی آسانیوں کو ذکر کیا گیا ہے جس میں دورانِ حج پیش

www.KitaboSunnat.com

آمدہ بعض مسائل و مشکلات کا حل ہے۔ بالخصوص ایسے مسائل جن کے بارے میں حجاج کرام عموماً اُلجھن اور مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔

پہلے اس موضوع کو مختلف رسائل و جرائد میں شائع کیا گیا تھا، جس کو علماے کرام نے سراہا اور اس کی تائید کی۔ لہٰذا نفع کی اُمید رکھتے ہوئے اب اس کو مستقل کتابچہ کی صورت شائع کیا جارہا ہے، اللہ سے دُعا ہے کہ وہ اس کو دنیا و آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ (مؤلف)

اللہ ربّ العزت نے عبادات کی مشروعیت کے ساتھ ساتھ ان کے مقاصد اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں لیکن لمبا عرصہ گذر جانے اور لوگوں کے دل سخت ہوجانے کی وجہ سے اب عبادات کو رسوم و رواج بنالیا گیا ہے۔ لوگ عبادات کو ان کے اصل مقاصد سے ہٹ کر ظاہری شکل وصورت میں ادا کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں خلوص کی بجائے عبادات کے اوقات اور تفصیلات ہی نقش ہوچکی ہیں کہ فلاں فلاں عبادات کو ان ان اوقات میں فلاں طریقے پر اَدا کرنا ہی مقصودِ حقیقی ہے۔ عبادات کو رسوم و رواج سمجھ لینے کے بعد وہ مرحلہ بھی آتا ہے کہ لوگ ان میں اپنی طرف سے کمی و زیادتی کرنا شروع کردیتے ہیں اور نئی نئی بدعات گھڑ لیتے ہیں کیونکہ ان کے اَذہان اصل روح اور مقصد سے ہٹ کر اس کی ظاہری شکل وصورت پر مرتکز ہوچکے ہوتے ہیں۔

عبادات کی روح

میں نے جب قرآن مجید کی ان آیاتِ مبارکہ کو جمع کیا، جن میں عبادات کی مشروعیت کے ساتھ ساتھ ان کے مقاصد اور حکمتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت کی کوئی نہ کوئی حکمت اور مقصد ضرور بیان کیا ہے۔ مثلاً اُمّ العبادات نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت:۴۵]

''بے شک نماز بُرائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔''

زکوٰۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ [التوبہ:۱۰۳]

''اے نبیؐ! تم ان کے اَموال میں سے صدقہ لے کر اُنہیں پاک کرو اور اُنہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دُعاے رحمت کرو۔''

یہی وجہ ہے کہ جب کسی قبیلے کے لوگ آپؐ کے پاس اپنی زکوٰۃ لے کر آتے تو آپؐ ان کے لیے یہ دعا فرماتے:

«اللهم صلِّ علی آل فلان» [صحیح بخاری:۱۴۹۸، مسلم:۱۷۸]

''اے اللہ! آلِ فلاں پر رحمت فرما۔''

روزے کی حکمت سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرۃ:۱۸۳] ''تاکہ تم متقی بن جاؤ''

قربانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [الحج:۳۷]

''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

❶ منافع حج

اسی طرح حج کے مقاصد کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ﴾ [الحج:۳۴]

''تاکہ اللہ کا نام ذکر کریں۔''

یہی وجہ ہے کہ مقاصدِ حج بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

«إنما جعل الطواف بالبیت وبین الصفا والمروۃ ورمی الجمار لإقامة ذکر الله» [سنن دارمی:۱۷۸۰، مسند احمد:۲۳۲۱۵، سنن ابوداؤد:۱۸۸۲]

''بے شک طوافِ بیت اللہ، سعیٔ صفا و مروہ اور رمیٔ جمار کا مقصد ذکرِ الٰہی کو قائم کرنا ہے۔''

بسا اوقات مؤمن بندہ ذکرِ الٰہی کے قیام کے لیے طواف کرتا ہے پھر تیز تیز چلنا اور کندھوں کو مٹکا مٹکا کر دیگر مسلمانوں کو اَذیت دیتے ہوئے دورانِ طواف اپنی جسمانی قوت کا اظہار کرنا شروع کر دیتا ہے۔

اسی طرح آج کل زیادہ رش ہونے کی وجہ سے طواف وغیرہ میں زیادہ محتاط چلنے کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن بعض لوگ تو اس امر پر فخر کرتے نظر آتے ہیں کہ میں نے گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کر لیا حالانکہ نبی کریم ﷺ کی سنت اطمینان اور سکون سے چلنا ہے۔ جب آپؐ عرفہ سے واپس لوٹتے تو سکون اور اطمینان کے ساتھ چلتے، اور یوں فرماتے:

«علیکم بالسکینة ...... فإن البر لیس بالإیضاع» [صحیح بخاری:۱۶۷۱]

''سکون کو لازم پکڑو، سکون کو لازم پکڑو، بے شک تیز چلنے میں نیکی نہیں ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

حج کا مقصد نیکی ہے اور یہ نیکی تیز چلنے، رش ڈالنے اور دھکم پیل کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اس کا حصول سکون اور اطمینان کے ساتھ چلنے سے ہی ممکن ہے۔

کیا حجاجِ کرام رمیِ جمار کے وقت اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ وہ رمی جمار کرتے وقت سکون و اطمینان کے ساتھ چلیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بلند کریں؟ لیکن امر واقعہ اس کے خلاف ہے کہ رمی جمار کے وقت خوب دھینگا مشتی اور دھکم پیل کا مظاہرہ ہوتا ہے جس سے کئی اَفراد قدموں تلے روندے جاتے اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

ان اجتماعی عبادات میں درحقیقت خلوص وجذبہ کے علاوہ دوسروں کے حقوق کی رعایت، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، جاہل سے درگذر اور کمزوروں کے ساتھ تعاون کی تربیت بھی مقصود ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرۃ:١٩٧]

''حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی حرکت، بدعملی اور لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔''

یہی وجہ ہے کہ حالتِ احرام میں انسان بعض جائز دنیوی خواہشات سے بھی دور رہتا ہے اور شہوت کو مہمیز دینے والے اُمور سے خصوصی طور پر بچتا ہے۔ حج و دیگر عبادات میں مشروع ہر طریقہ بندوں کی دنیوی و اُخروی مصلحت کے لیے ہے۔ اسی لیے حج کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ [الحج:٢٨]

''تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو ان کے لیے یہاں رکھے گئے ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کو گھسیٹ کر لایا جارہا تھا کیونکہ اس نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانی تھی تو آپؐ نے فرمایا:

«ان الله عن تعذيب هٰذا نفسه لغني» [صحیح بخاری:١٨٦٥، صحیح مسلم:١٦٤٢]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کے اپنی جان کو عذاب دینے سے مستغنی ہے۔''

حج کی شرائط پر پورا اُترنے والے ہر مسلمان زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ حالانکہ حج ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے جس پر اسلام کی عمارت قائم ہے اور حج کے وجوب کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ایک سے زائد بار حج کرنا نفلی عبادت تو ہے لیکن

www.KitaboSunnat.com

نفلی عبادت اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرۃ:۱۵۸]

''اور جو شخص برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔''

* فرضی نماز اور روزے کے علاوہ بعض نفلی عمل ایسے ہوتے ہیں جو انسان کی اپنی ذات تک محدود ہوتے ہیں۔ عام طور پر ایسے نوافل سے دوسروں کو نہ تو کوئی ضرر پہنچتا ہے اور نہ ہی وہ اس سے براہِ راست مستفید ہوتے ہیں۔

* جبکہ بعض نوافل ایسے ہیں جو لوگوں کو فائدہ دیتے ہیں اور ان کی نیکی اور بھلائی متعدی ہوتی ہے جیسے صدقہ اور کسی پر احسان۔ انسان جتنا زیادہ ان نوافل کو ادا کرتا ہے لوگوں کو اتنا ہی زیادہ نفع اور فائدہ پہنچتا ہے۔اسی لیے کہا گیا ہے: «لا إسراف في الخير» ''خیر کے کاموں میں کوئی اِسراف نہیں ہے۔'' اگر چہ یہ جملہ بھی مطلق نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو محدود کر دیا ہے۔ چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے جب دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''انسان اپنے ورثا کو غنی چھوڑ جائے تو اس سے یہ بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑ جائے اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔'' [صحیح بخاری:۱۲۹۵، مسلم:۱۶۲۸]

صحیحین میں جنگِ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین اشخاص کا قصہ مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی تو سیدنا کعب بن مالک ؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں توبہ قبول ہونے کی خوشی میں اپنا جمیع مال اللہ کے لیے صدقہ کر دیتا ہوں تو ان کو نبی ﷺ نے فرمایا:

«أمسك عليك بعض مالك فهو خير لك» [صحیح بخاری:۲۷۵۸، مسلم:۲۷۶۹]

''کچھ مال اپنے پاس رکھ لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

* تیسری قسم کے نوافل ایسے ہیں جو آدمی کی ذات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہوتے بلکہ مشاعر مقدسہ کی تنگی کے سبب دوسرے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں نفلی حج اور عمرہ مزید مشکلات پیدا کرتے ہیں، کیونکہ حج یا رمضان کے عمرے کا وقت محدود ہے جو مقدم و مؤخر نہیں ہوسکتا اور حاجیوں کی روز افزوں کثرت سے مزید تنگی پیدا ہوجاتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

۲ تکرارِ حج

اس امر سے ہر ذی شعور آدمی بخوبی واقف ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے صرف ایک فیصد لوگ حج کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوں تو میدانِ عرفات میں وقوف کرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ تک جا پہنچے گی جن کا یہ عبادت بیک وقت بجا لانا محال ہے۔ اب صرف اعشاریہ ایک فیصد لوگ فریضہ حج ادا کرتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ایک ہزار لوگوں میں سے صرف ایک آدمی حج کرتا ہے۔ گویا پاکستان کی جمیع آبادی ۱۵ کروڑ میں سے ہر شخص اگر حج کا ارادہ کرے تو ان کو حج کرنے کے لیے ہزار سال کا انتظار کرنا پڑے گا۔

علاوہ ازیں ہر سال شدید ازدحام کی وجہ سے سینکڑوں حجاجِ کرام موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور اس عظیم الشان فریضے کی روحانیت اور تقدس مفقود ہوتا جا رہا ہے۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ ایمانی جوش و جذبہ اس مبارک سفر کے لیے انسان کو برانگیختہ کرتا رہتا ہے، تو مسلمانوں کو دوسری طرف اس امر سے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے کہ ہر سال نفلی حج کرنے والا شخص پہلی بار فریضہ حج ادا کرنے والے لوگوں کے لیے ازدحام اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ جن میں عورتیں، بوڑھے اور کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں اور اس شخص کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی عادت پر ڈٹا رہتا ہے اور اکثر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ میرا اکیلے آدمی کا وجود کون سا ضرر کا باعث بن سکتا ہے یا میرے نہ جانے سے کون سا بڑا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

یہ ایک عجیب منطق ہے جس میں احساسِ ذمہ داری کا فقدان ہے۔ فرض کریں کہ اگر ہر شخص یہی سوچ لے کر وہاں جا پہنچے تو کئی ملین اشخاص وہاں جمع ہوجائیں گے اور سخت ترین ازدحام ہوجائے گا۔ منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور بیت اللہ کی حدود ان کے لیے تنگ پڑ جائیں گی۔ ان حالات میں انسان کو چاہئے کہ وہ نفلی حج کرنے کی بجائے اتنی ہی رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کردے۔ خصوصاً آفات زدہ علاقوں، فاقہ کشوں اور جنگ زدہ علاقوں میں اس رقم کو تقسیم کردیا جائے۔ ان حالات میں صدقہ کرنا افضل عمل ہے جیسا کہ اَسلاف کے اقوال درج ذیل ہیں:

☆ ابن مفلح 'الفروع' میں ذکر کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ نفلی حج کیا جائے یا صلہ رحمی کی جائے؟ اُنہوں نے جواب دیا:

''اگر رشتہ دار محتاج ہوں تو صلہ رحمی کرنا زیادہ افضل ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

☆ ابن ہانی اسی مسئلہ میں امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:
''وہ ذی روح مخلوقِ خدا پر اس کو خرچ کردے۔''

☆ امام احمدؒ کی 'کتاب الزہد' میں حسن بصریؒ سے مروی ہے، اُنہوں نے کہا:
''آدمی کہتا ہے: میں حج کرتا ہوں، میں حج کرتا ہوں، حالانکہ اس نے حج کرلیا ہوتا ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے، پریشان پر صدقہ کرے اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔''

☆ امام ابن جوزیؒ کی کتاب صفة الصفوة میں لکھا ہے: إن الصدقة أفضل من الحج ومن الجهاد ''یقیناً صدقہ، حج اور جہاد سے افضل ہے۔''

☆ وکیع سے مروی ہے، وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں، اُنہوں نے ابو مسکین سے نقل کیا ہے کہ وہ بار بار حج کرنے والے شخص کے لیے صدقہ کرنے کو افضل قرار دیتے تھے۔ امام نخعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ [الفروع:۲/۴۹۷]

☆ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ 'الفتاویٰ الکبریٰ' میں فرماتے ہیں:
''استطاعت والے پر حج کرنا غیر واجب صدقہ سے افضل ہے۔ لیکن اگر آدمی کے رشتہ دار محتاج اور ضرورت مند ہوں تو ان پر خرچ کرنا حج کرنے سے افضل ہے۔'' [۵/۳۸۲]

❁ موجودہ حالات میں بار بار نفلی حج کرنا فریضہ حج ادا کرنے والوں کے لیے ازدحام، عدمِ تنظیم اور ہلاکت سمیت متعدد مشکلات کا سبب بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمرؓ کو فرمایا:
''اے عمرؓ! تو ایک مضبوط اور قوی آدمی ہے۔ حجر اسود پر رش نہ کر کیونکہ اس سے تو کمزوروں کو تکلیف پہنچائے گا۔ اگر گنجائش موجود ہو تو حجر اَسود کا بوسہ لے لیا کر، ورنہ اس کے سامنے سے گزرتے وقت 'لا الہ الا اللہ' اور 'اللہ اکبر' کہہ کر گذر جا۔'' [مسند احمد:۱۹۰، بیہقی:۵/۸۰]

☆ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تو حجرِ اسود پر رش پائے تو وہاں پر رُکنے کی بجائے فوراً گذر جا۔'' [مصنف عبدالرزاق:۸۹۰۸، بیہقی:۵/۸۰]

☆ منبوذ بن ابوسلیمان سے مروی ہے، وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی ماں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے پاس موجود تھیں، ان کے پاس ان کی باندی آئی اور ان سے کہا:
''اے اُمّ المؤمنین! میں نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور دو یا تین مرتبہ حجرِ اسود کا بوسہ لیا ہے۔ اس کو سیدہ عائشہؓ نے کہا: اللہ تجھے اجر نہ دے، تو تو مردوں کو دھکیلتی رہی ہوگی، تو 'اللہ اکبر' کہہ کر کیوں نہ گذر گئی۔'' [مسند الشافعی:۴۹۵، سنن بیہقی:۵/۸۱]

☆ عائشہؓ بنتِ سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ میرے والد ہمیں کہا

کرتے تھے: ''اگر رش نہ ہو تو بوسہ لے لینا، ورنہ 'اللہ اکبر' کہہ کر آگے گذر جانا۔''

['الامّ' از امام شافعی: ۲/۲۵۸، سنن بیہقی: ۵/۸۱]

☆ سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ حجرِ اسود پر رش ڈالنے کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ اس سے دوسروں کو اذیت پہنچتی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۱۶۴]

☆ سعید بن عبید طائی سے مروی ہے کہ اُنہوں نے سیدنا حسنؓ کو دیکھا کہ وہ حجرِ اسود کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہاں سخت ازدحام ہے تو بوسہ لیے بغیر ہی آگے چل پڑے۔ پھر مقام ابراہیم پر آکر دو رکعت نماز ادا کی۔ [مصنف ابن ابی شیبہ:۱۳۱۶۶]

یہ رویہ فقط حجر اسود کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ اسے ہر اُس جگہ اپنانا چاہئے جہاں انسان رش دیکھے اور تنگی محسوس کرے تو وہاں سے بچنا چاہئے تاکہ مزید رش کا باعث نہ بنے۔

صرف اَجر وفضیلت پانے کے لئے بار بار حج کرنے کی بجائے صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے جیسا کہ ائمہ اسلاف کے اقوال گزر چکے ہیں، البتہ جس شخص کے لیے حج کرنا اولیٰ ہو مثلاً وہ کسی رشتہ دار عورت یا اپنی بیوی کا محرم بن کر جارہا ہو یا اپنے بوڑھے والد کا سہارا بن کر جارہا ہو یا حجاج کرام کی خدمت کی ذمہ داری نبھانے جارہا ہو تو اس کے لئے حج کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

۳ «اِفعَل وَلاَ حَرَج»

حج کے عظیم الشان مقاصد میں سے ایک مقصد ترکِ زینت پر لوگوں کی تربیت کرنا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورانِ حج لوگ احرام کے لباس: ایک چادر اور تہبند کے علاوہ زیب و زینت سے مرصع اور پُرتکلف لباس سے بچتے ہیں۔ اس میں بندے کو فقرِ مطلق کی یاددہانی ہے اور اللہ کی طرف تیاری کی دعوت بھی ہے۔ گویا انسان دنیا سے اسی طرح نکل جاتا ہے جس طرح وہ تنہا اس دنیا میں داخل ہوا تھا۔ شاید اسی لیے حالتِ احرام میں خوشبو لگانے، ناخن اور بال کاٹنے، جسمانی خواہشات، جماع کرنے اور اس کے اسباب کو استعمال کرنے سے بھی منع کردیا گیا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ حج میں ایسی گنجائشیں اور آسانیاں رکھ دی گئی ہیں جو دیگر عبادات میں نہیں ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے میدانِ منیٰ میں ٹھہر گئے۔ ایک آدمی نے پوچھا:

یارسول اللہ ﷺ! میں نے بھول کر قربانی کرنے سے پہلے ہی سر منڈوا لیا ہے؟

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے فرمایا: «اذبح ولا حرج» ''ذبح کرو، کوئی حرج نہیں ہے۔''

دوسرے آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے (بھول کر) رمی کرنے سے پہلے ہی قربانی کرلی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: «ارمِ ولا حرج» ''رمی کرو، کوئی حرج نہیں۔''

اس دن آپ ﷺ سے کسی رکن کے مقدم مؤخر ہونے کے بارے میں کوئی بھی سوال نہیں کیا گیا مگر آپؐ نے یہی جواب دیا: «افعل ولا حرج» ''کرلو، اور کوئی حرج نہیں ہے۔''
[صحیح بخاری: ۸۳، صحیح مسلم: ۱۳۰۶]

چنانچہ غیر منصوص اُمور میں مفتی کو بھی چاہئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اس سنت «افعل ولا حرج» کو سامنے رکھے۔ آپؐ کی یہ سنت کتبِ فقہ میں بکھری ہوئی تمام تیسیرات (آسانیوں) کو جمع کرنے والی ہے۔ نحر کے دن اعمالِ حج میں تقدیم و تاخیر میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ یہ آسانیاں غیر حج میں موجود نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص رکوع سے پہلے سجدہ کرے تو بالاتفاق اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

یہی معاملہ حج کی نیت کا ہے، اگر آپ یہ نیت کرلیں کہ اس سال میرا حج نفلی ہوگا اور میں اس سے تربیت حاصل کرلوں گا، جبکہ آئندہ سال فرض حج ادا کروں گا تو اس کی اس نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس حج کے بارے میں یہی کہے کہ یہ فرض ہے، سو آئندہ سال کیا جانے والا حج فرض کی بجائے نفلی بن جائے گا۔

اسی طرح وہ شخص جو کسی کی طرف سے حج کی نیت کرتا ہے لیکن اس نے اپنا فریضۂ حج ادا نہیں کیا ہوتا تو اس کا یہ حج اس کی نیت کے خلاف اس کی اپنی جانب سے اَدا ہوجائے گا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو سنا، وہ کہہ رہا تھا: لبیك عن شبرمة اے اللہ! میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں (یعنی شبرمہ کی طرف سے حج کررہا ہوں) آپؐ نے اس آدمی سے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی/قریبی رشتہ دار ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔ [سنن ابوداود: ۱۸۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳، صحت حدیث میں نظر ہے اور بہتر یہی ہے کہ اسے موقوف سمجھا جائے]

الغرض اپنا حج کرنے سے پہلے کسی دوسرے شخص کی جانب سے حج کرنے کے مسئلہ پر اہل

www.KitaboSunnat.com

علم کا اختلاف ہے۔

غیر متعین اور مبہم الفاظ کے ساتھ بھی حج کا احرام باندھا جاسکتا ہے، جیسا کہ سیدنا علیؓ نے باندھا تھا۔سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا علیؓ یمن سے تشریف لائے تو نبی کریمﷺ نے پوچھا: کس حج کا احرام باندھا ہے؟ (یعنی حج مفرد، قران یا تمتع کا؟) تو علیؓ نے فرمایا: جس کے ساتھ نبی کریمﷺ نے باندھا ہے۔ نبی کریمﷺ نے فرمایا: «لولا إن معي الهدي لأحللت» ''اگر میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرہ کے اِحرام سے حلال ہو جاتا۔'' (یعنی عمرہ کا احرام کھول دیتا)

ممنوعاتِ حج میں وسعت

❁ ممنوعاتِ حج میں بھی گنجائش دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حالتِ احرام میں بالوں کو کاٹنا یا مونڈنا کتاب وسنت اور اجماعِ اُمت کی رو سے حرام ہے۔لیکن اگر کوئی مجبور ہو جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ بالوں کو کاٹ لے یا مونڈ ڈالے اور اس کا فدیہ ادا کر دے جیسا کہ کعب بن عجرہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ وہ عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر نبی کریمﷺ کے پاس آئے اور جوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں۔ نبی کریمﷺ نے ان سے کہا: «أيؤذيك هوام رأسك» ''کیا تیرے سر کی جوئیں تجھے اذیت دی رہی ہیں۔'' میں نے کہا: ہاں! یارسول اللہﷺ۔تو آپؐ نے فرمایا: ''اپنے سر کا حلق کر لے اور تین دن کے روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا یا کوئی جانور قربان کر دے۔'' [صحیح بخاری:۴۱۹۰،صحیح مسلم:۱۲۰۱]

❁ اسی طرح اِحرام میں ایسے تہبند پہننے کی بھی گنجائش ہے، جو سلا ہوا نہ ہو۔ بشرطیکہ شلوار کی ہیئت پر سلا ہوا نہ ہو، بلکہ اس کا اِزار بندسی دیا جائے اور باقی کو لٹکا لیا جائے اور شلوار کی مانند اس کے دو حصے نہ کیے جائیں۔علامہ ابن تیمیہؒ نے اس کا جواز ذکر کیا ہے۔اس کی دلیل بخاری مسلم میں منقول ابن عمرؓ کی حدیث ہے،فرماتے ہیں:

> ''نبی کریمﷺ سے ایک آدمی نے سوال کیا: مُحرم کیا پہنے؟ آپؐ نے فرمایا: مُحرم قمیص، شلوار، عمامہ،ٹوپی، وَرس (خوشبو) اور زعفران لگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔ اگر کھلے جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے۔اور موزوں کو نیچے سے کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔''
> [صحیح بخاری:۱۳۴،صحیح مسلم:۱۱۷۷]

یہاں سلے ہوئے کپڑوں سے بعض فقہاء نے «المخیط» سے اعضاے بدن کو ڈھانپنے

www.KitaboSunnat.com

والے کپڑے مراد لیے ہیں (یعنی وہ کپڑے اعضاے بدن کے برابر نہ سئے گئے ہوں)، اگرچہ یہ کلمہ قرآن وسنت میں اس اصطلاح میں غیر مستعمل ہے۔

بعض فقہاء نے «الخياط» سے مطلقاً سلا ہوا کپڑا مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ ہر سلا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے۔ اور علت «الخياطة» مطلقاً سلائی ہے۔ راقم کے نزدیک یہ علت غلط ہے، مثلاً احرام کی دونوں چادروں میں سے اگر کوئی چادر پھٹ جاتی ہے اور مُحرم ان کی سلائی کر کے ان کو دوبارہ پہن لیتا ہے تو بالاتفاق اس شخص پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے گنجائش اور وسعت رکھی ہے کہ آدمی اس حالت میں سلا ہوا تہبند پہن سکتا ہے بشرطیکہ وہ شلوار کی ہیئت پر نہ سیا گیا ہو، جیسا کہ اُوپر گذرا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ شرح العُمدة میں فرماتے ہیں:

''اگر شلوار کو پھاڑ کر تہبند کے قائم مقام بنا دیا جائے تو بالاتفاق تہبند کی موجودگی میں شلوار پہننا جائز ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر کپڑے کو سی لیا جائے لیکن اعضا کو ڈھانپنے والا نہ ہو بلکہ اس شرع کے مطابق ہو جیسے تہبند یا چادر ہوتی ہے تو اس کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مخالفتِ شرع صرف اس لباس سے ہوتی ہے جو اعضا کے مطابق سیا گیا ہو جیسا کہ عام معروف لباس استعمال ہوتا ہے۔'' [۳/۱۶،۳۴]

امام نوویؒ اور امام ابن قدامہ کا قول بھی اسی کے قریب ہی ہے۔

[المجموع: ۷/۲۶۴، المغنی: ۳/۱۲۷]

❁ اسی طرح جوتوں کی عدم موجودگی میں موزوں کو نیچے سے کاٹ کر پہننا جائز ہے۔

موزوں کو نیچے سے کاٹنے کی مشروعیت کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے:

امام احمد بن حنبلؒ سے کاٹنے کی عدمِ مشروعیت مشہور ہے جبکہ جمہور کا مذہب قطع کے جواز کا ہے۔ امام احمدؒ نے سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا جابرؓ کی حدیث: «من لم يجد نعلين فليلبس خفين» [صحیح بخاری ۱۸۴۱، صحیح مسلم: ۱۱۷۸] ''جو شخص جوتے نہ پائے، وہ موزے پہن لے۔'' سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیثِ مبارکہ میں موزوں کو کاٹنے کے الفاظ موجود نہیں ہیں اور نبی کریم ﷺ نے یہ الفاظ متعدد صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں میدانِ عرفات میں کہے تھے جب کہ 'قطع' والی حدیث کے الفاظ مدینہ میں کہے تھے جن کو متعدد صحابہ کرامؓ نہیں سن سکے تھے۔

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ 'عدمِ قطع' والے یہ الفاظ 'قطع' والی حدیث کے لیے ناسخ کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی یہ حدیث بعد کی ہے۔ مزید سیدنا علیؓ کا قول ہے: قطع الخفين فساد يلبسهما كما هما ''موزوں کو کاٹنا فساد ہے، اس کو کاٹے بغیر اسی حالت میں پہنا جائے گا۔'' اور موزوں کو نہ کاٹنا قیاس کے بھی موافق ہے کیونکہ وہ مجبوری کی حالت میں ہی پہنے جاتے ہیں۔

❁ بعض اُمور ایسے ہیں جن سے لوگ بلا دلیل اجتناب کرتے ہیں، حالانکہ ان اُمور میں بھی وسعت اور گنجائش دی گئی ہے کیونکہ اصل مقصود لوگوں پر آسانی کرنا ہے۔ ان اُمور میں سے ایک حالتِ احرام میں غسل کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔

☆ حالانکہ صحابہ کرام میں سے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اس اِحرام میں ایک دن میں سات مرتبہ غسل کیا ہے۔

☆ یعلی بن اُمیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطابؓ ایک اونٹ کے پاس غسل کررہے تھے اور میں نے کپڑے کے ساتھ ان پر پردہ کیا ہوا تھا۔ اچانک عمرؓ نے فرمایا: کیا میں اپنے سر پر بھی پانی ڈال لوں؟ میں نے کہا: امیرالمؤمنین! بہتر جانتے ہیں۔ امیرالمؤمنین عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! پانی بالوں کو گدلا ہی کرتا ہے۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر اپنے سر پر پانی ڈال لیا۔ [مؤطا امام مالک:۷۰۴، مسند الشافعی:۵۳۵، بیہقی:۶۳/۵]

عمرؓ کا مقصود یہ تھا کہ بالوں کو پانی سے دھونا کوئی خوشبو لگانا نہیں ہے بلکہ محض صفائی ہے۔

☆ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں اور سیدنا عمر بن خطابؓ مقام جحفہ پر غوطہ خوری کا مقابلہ کررہے تھے اور ہم دونوں ہی مُحرم تھے۔

[اخرجہ ابن حزم فی المُحلّٰی:۱۷۴/۷]

☆ اسی طرح سیدنا ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ اور سیدنا ابن عباسؓ تیراکی اور غوطہ خوری کا مقابلہ کرتے تھے حالانکہ وہ دونوں ہی احرام کی حالت میں ہوتے۔ [ایضاً]

☆ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عاصم بن عمر اور عبدالرحمٰن بن زید سمندر میں کود پڑے اور غوطہ لگانے لگے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا سر پانی میں ڈبو دیتا تھا اور سیدنا عمرؓ اس منظر کو دیکھ رہے تھے لیکن اُنہوں نے اس کا انکار نہیں کیا۔'' [بیہقی:۶۲/۵، المحلی:۱۷۴/۷]

اس واقعہ میں امیرالمؤمنین سیدنا عمر بن خطابؓ کی اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ

www.KitaboSunnat.com

شفقت اور محبت کا بیان ہے کہ وہ نوجوان نسل کے جذبات و احساسات کا کتنا زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ یہی وہ دانشمندی اور معرفت ہے جس کی وجہ سے نوجوانوں اور بوڑھوں کے درمیان تعلقات قائم رہتے اور نسل در نسل چلتے رہتے ہیں۔

یہ کتنی ہی عجیب بات ہے کہ ایک چیز ناجائز ہو اور صحابہ کرامؓ حالتِ احرام میں اسے انجام دے رہے ہوں اور اس میں کوئی حرج محسوس نہ کریں۔

☆ عبداللہ بن حنین، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا مسور بن مخرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان دونوں میں اَبواء کے مقام پر مُحرم کے سر دھونے کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: مُحرم اپنا سر دھو سکتا ہے۔ سیدنا مسورؓ نے کہا: مُحرم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے مجھے (عبداللہ بن حنین) سیدنا ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا کہ میں ان سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھ آؤں۔ جب میں ان کے پاس آیا تو میں نے ان کو غسل کرتے ہوئے پایا۔ اور ایک شخص نے کپڑے کے ساتھ ان پر پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے ان کو السلام علیکم کہا۔ اُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: کون آیا ہے؟ میں نے کہا: عبداللہ بن حنین۔ مجھے ابن عباسؓ نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ سے پوچھوں کہ نبی کریم ﷺ حالتِ احرام میں اپنا سر کیسے دھوتے تھے؟ ابوایوب انصاریؓ نے کپڑے پر ہاتھ رکھا اور اس کو کھینچا۔ یہاں تک کہ ان کا سر نظر آنے لگا۔ پھر اُنہوں نے ایک آدمی کو کہا: پانی ڈالو! اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، انہوں نے سر کے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے حرکت دی اور آگے پیچھے کیا، پھر مجھے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [صحیح بخاری:۱۸۴۰، مسلم:۱۲۰۵]

یہ سب ایسی وسعت اور آسانی ہے جو دورانِ حج حجاج کرام کے لیے کی گئی ہے۔

❁ ان اُمور میں سے خوشبو سونگھنا، انگوٹھی پہننا، علاج کروانا، اِزار بند پہننا اور حمام میں داخل ہونا بھی ہیں:

☆ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں: قال ابن عباس: یشم المحرم الریحان وینظر في المِرأة و یتداوی بما یأکل الزیت والسمن

''محرم آدمی خوشبو سونگھ سکتا ہے، آئینہ دیکھ سکتا ہے اور کھانے والے تیل اور گھی سے اپنا علاج کر سکتا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

☆ عطا فرماتے ہیں: مُحرم انگوٹھی پہن سکتا اور اِزار بند استعمال کرسکتا ہے۔

☆ عبداللہ بن عمرؓ نے حالتِ احرام میں اپنے پیٹ کو ایک کپڑے کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔

☆ اور سیدہ عائشہؓ ہودج چلانے والوں کیلئے نیکر پہننے میں کوئی ہرج محسوس نہیں کرتی تھیں۔

امام ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: یہ سیدہ عائشہؓ کی ذاتی رائے ہے۔ اکثر اہل علم کا فتویٰ یہی ہے کہ محرم کے لیے نیکر اور شلوار پہننے کی ممانعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (یعنی دونوں ہی منع ہیں) [فتح الباری:۳/۳۹۷]

☆ سیدنا عثمانؓ سے سوال کیا گیا: کیا محرم باغ میں جاسکتا ہے؟ اُنہوں نے کہا: ہاں اور خوشبو بھی سونگھ سکتا ہے۔ [مجمع الزوائد:۳/۵۲۴]

☆ سیدنا عبداللہ عباسؓ مقام جُحفة کے حمام میں داخل ہوئے اور وہ مُحرم تھے اور فرمایا:

إن الله لا يصنع بأوساخكم شيئًا [سنن بیہقی:۵/۶۳]

''اللہ تعالیٰ تمہاری میل کچیل سے کچھ نہیں کرے گا۔''

❁ نظافت اور حسن و جمال حاجی کے لیے اضافی مطالبات ہیں۔ اسی طرح ٹھنڈے پانی، اے سی اور پنکھے کے ساتھ ٹھنڈک حاصل کرنا، درخت، گاڑی یا چھت و چھتری وغیرہ کے ساتھ سایہ حاصل کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دھوپ سے بچنے کے لیے اگر کوئی شخص اپنے سر پر کوئی چیز رکھ لیتا ہے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس نے سر ڈھانپنے کی نیت سے نہیں رکھی۔

❁ لطیفہ کی بات یہ ہے کہ ایک آدمی نے امام شعبیؒ سے سوال کیا: کیا محرم اپنے جلد پر خارش کرسکتا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں! پھر اس آدمی نے پوچھا: کہاں تک؟ اُنہوں نے فرمایا: یہاں تک کہ ہڈیوں تک چلا جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے ادائیگی حج میں یہ وسعت اور گنجائش رکھی ہے کہ آدمی تین اقسام میں سے کوئی ایک ادا کرسکتا ہے: ① حج مفرد، ② حج قران، ③ حج تمتع [المغنی:۳/۲۳۸]

اگرچہ امام البانیؒ حج تمتع کے وجوب کے قائل ہیں اور اُنہوں نے اس کو سیدنا ابن عباسؓ وغیرہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن میری رائے کے مطابق سیدنا ابن عباسؓ کی طرف مطلقاً نسبت کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ کے نزدیک مکی (مکہ میں رہنے والے) کے لیے عمرہ نہیں ہے جس کا معنی یہ ہوا کہ مکی حج تمتع نہیں کرسکتا۔

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک حج کی تینوں اقسام فضیلت میں برابر ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ جو قربانی ساتھ لائے، وہ حج قران کرے اور جس نے حج کے ایام میں عمرہ ادا کیا ہے اور اپنے گھر کو لوٹ گیا تو وہ حج مفرد کرے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اس امر میں وسعت اور گنجائش ہے اور کسی پر بھی ملامت نہیں ہے، لہٰذا مفتی اور طالبِ علم کو حجاجِ کرام کا لحاظ رکھنا چاہیے اور «افعل ولا حرج» کو اپنا شعار بنانا چاہیے، خصوصاً جب کسی امر میں وسعت اور رخصت ہو۔

❹ ارکانِ حج میں وسعت وآسانی

ارکانِ حج میں دو ارکان (وقوفِ عرفہ اور طوافِ بیت اللہ) پر اہل علم کا اتفاق ہے جب کہ دیگر ارکان کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:

① وقوفِ عرفہ

وقوفِ عرفہ بالاجماع حج کا رکن ہے۔ جیسا کہ ابن منذر، کاسانی، ابن العربی، ابن قدامہ، نووی، دبوسی اور ابن تیمیہؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ [الاجماع از ابن منذر:۵۴/۱، الاستذکار:۲۸۳/۴، بدایۃ المجتہد:۱۴۰/۲، المجموع:۱۰۳/۸]

☆ اس رکن کی ادائیگی ایک لمحہ کے لیے میدانِ عرفات میں ٹھہرنے سے بھی حاصل ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ بعض اہل علم کے نزدیک اگر کوئی شخص جہاز کے ذریعہ میدانِ عرفات کی فضا سے گذر جائے تو وہی اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔

☆ اگر کوئی شخص غروبِ آفتاب سے پہلے میدانِ عرفات سے لوٹ آتا ہے تو امام مالکؒ کے سوا تمام ائمہ کے نزدیک اس کا وقوف ثابت ہو جائے گا۔

امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ علما میں سے کسی نے بھی امام مالکؒ سے موافقت نہیں کی۔

[الکافی فی فقہ اہل المدینہ:۱۴۳، الاستذکار:۲۷/۶]

بعض اہل علم کے نزدیک اس پر دَم ہے، جب کہ اَقرب یہی ہے کہ اس پر کوئی شے نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن عروة بن مفرس الطائي قال: أتيت رسول الله ﷺ بالموقف ۔يعني بالجمع۔ قلت: جئت يا رسول الله ﷺ من جبل طي، أكللت مطيتي وأتعبت نفسي، والله ما تركت من جبل إلا وقفتُ عليه، فهل لي من

حج؟ فقال رسول الله ﷺ: لامن أدرك معنا هذه الصلوٰة، وأتىٰ عرفات قبل ذلك ليلاً أو نهارًا، فقد تمّ حجه وقضىٰ تفثه»

[مسند احمد:۱۶۲۵۳،سنن ابوداود:۱۹۵۰،جامع ترمذی:۸۹۱،سنن نسائی:۳۰۴۱،ابن ماجہ:۳۰۱۶]

''عروۃ بن مفرس طائیؓ فرماتے ہیں کہ میں مزدلفہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں جبل طی سے آیا ہوں، میں اور میری سواری انتہائی تھک چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا مگر اس پر ٹھہرا ہوں۔ کیا میرا حج ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے ساتھ یہ نماز پالی اور اس (نماز) سے پہلے (کسی وقت) دن یا رات کو میدانِ عرفہ میں آیا تو تحقیق اس نے اپنا حج مکمل کرلیا اور اپنی میل کچیل کو دور کرلیا۔''

یہ حالت اس امر پر دلیل ہے کہ جو شخص غروبِ آفتاب سے پہلے میدانِ عرفات سے لوٹ آتا ہے، اس پر کوئی شے نہیں ہے۔

اگر لوگ تاریخ بھول جاتے ہیں اور غیر یوم عرفہ مثلاً آٹھ ذوالحجہ یا دس ذوالحجہ کو یومِ عرفہ نو ذوالحجہ سمجھ کر وقوفِ عرفہ کرلیتے ہیں تو وہی ان کو کفایت کر جائے گا جب وہ اس پر اتفاق کرلیں۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: جس دن وہ وقوف کریں گے، وہی دن ان کے لیے ظاہراً و باطناً یوم عرفہ ہوگا۔ [مجموع الفتاویٰ:۲۲/۲۱۱] کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«وفطركم يوم تفطرون، وأضحٰكم يوم تضحون، وكل عرفة موقف، وكل منى منحر، وكل فجاج منحر، وكل جمع موقف»

[سنن ابوداود:۲۳۲۴،جامع ترمذی:۶۹۷،ابن ماجہ:۱۶۶۰]

''تمہاری عیدالفطر وہ ہے جس دن تم عیدالفطر مناؤ، اور تمہاری عیدالاضحیٰ وہ ہے جس دن تم عیدالاضحیٰ مناؤ، سارا میدان عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے، سارا میدان منیٰ ذبح کرنے کی جگہ ہے، مکہ کی ساری گلیاں مذبح ہیں۔ سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جس چیز پر لوگ انطباق کردیں اور اس پر اتفاق کرلیں، وہی مقصود ومرادِ شارع ہے، اگرچہ کسی قوم کی نظر میں وہ حقیقت کے مطابق نہیں ہو۔

② طوافِ افاضہ

طوافِ افاضہ حج کا دوسرا رکن ہے۔ اس کو طوافِ حج اور طوافِ زیارت بھی کہا جاتا ہے۔ طوافِ افاضہ وقوفِ عرفہ اور مبیتِ مزدلفہ کے بعد ہی ہوتا ہے اور میرے خیال میں غالباً اس پر اجماع ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ کا ظاہر ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ

﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج:۲۹] ''پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔'' [شرح النووی علی مسلم:۱۹۲/۸] اللہ تعالیٰ نے ترتیب میں طواف کو آخر میں رکھا ہے۔

نواب صدیق حسن خان کو وہم ہوا ہے، فرماتے ہیں کہ طوافِ افاضہ، وقوفِ عرفہ سے پہلے ہوسکتا ہے اور اُنہوں نے صحیح بخاری کی ایک موہوم روایت پر اعتماد کیا ہے جس کے الفاظ آپس میں ایک دوسرے کا ردّ کررہے ہیں اور حدیث کبھی مختصر ہوتی ہے، کبھی معنًی بیان کی جاتی ہے۔

[دیکھئے: الروضة الندية:۳۶۱/۱ اور التعلیقات الرضية للشیخ الألباني:۱۱۴/۲، ۱۱۶]

تنگی دور کرنے کے پیش نظر معذور مرد، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا طوافِ افاضہ آدھی رات کے بعد مشروع ہوجاتا ہے، ان کو اجازت ہے کہ وہ آدھی رات کے بعد طواف کرلیں۔

طوافِ افاضہ کو لیٹ کرنا بھی جائز ہے، حتیٰ کہ طوافِ افاضہ اور طوافِ وداع اکٹھا کرلینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تاکہ مشقت نہ ہو۔ طوافِ افاضہ کو ذوالحجہ کے آخر تک یا ایک ماہ تک لیٹ کیا جاسکتا ہے۔

امام نوویؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے بھول کر یا جہالت سے طوافِ افاضہ چھوڑ دیا اور اس نے طوافِ وداع کیا ہو تو یہی ایک طواف اس آدمی کو دونوں طوافوں (افاضہ اور وداع) سے کافی ہوجائے گا۔ [شرح النووی علی مسلم:۱۹۳/۸]

اسی طرح حائضہ عورت سے طوافِ وداع بھی ساقط ہوجاتا ہے اور یہ رخصت سنت سے ثابت ہے۔ [صحیح بخاری:۱۷۵۵، صحیح مسلم:۱۳۲۸]

③ طواف کے لیے طہارت کی شرط؟

جمہور اہل علم کے نزدیک طواف کے لیے طہارت شرط ہے۔ جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طہارت شرط نہیں ہے۔ امام احمدؒ سے بھی ایک روایت ثابت ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ بھی طہارت کی عدمِ شرطیت کے قائل ہیں اور اسی کے مطابق ہی شیخ محمد صالح عثیمینؒ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ [شرح النووی علیٰ مسلم:۱۴۸/۸، مجموع الفتاویٰ:۱۷۱/۲۳، الاختیارات للبعلی: ص۱۰۵، حاشیہ ابن قیم علیٰ سنن ابی داوٗد:۶۶/۱، الفروع:۳۷/۳، عمدۃ القاری:۱۴۸/۱، فتح الباری:۵۰۵/۳، الانصاف:۲۲۲/۱، الشرح الممتع: ۳۰۰/۷]

طہارت کی عدمِ شرطیت سے سخت رش میں لوگوں پر تخفیف ہوجاتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

طہارت کی شرط لگانے والوں کی دلیل سیدہ عائشہؓ کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلے۔ جب ہم مقام سَرِف پر پہنچے تو میں حائضہ ہوگئی۔ میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا: آپ کو کس چیز نے رُلا دیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم میں پسند کرتی ہوں کہ اس سال حج نہ کروں۔ آپؐ نے فرمایا: شاید تو حائضہ ہوگئی ہے۔ میں نے کہا: ہاں! آپؐ نے فرمایا: «فإن ذلك شيء كتبه الله على بنات آدم فافعلي ما يفعل الحاج ، غير أن لا تطوفي بالبيت حتى تطهري» [صحیح بخاری:۳۰۵،صحیح مسلم:۱۲۱۱]

''یہ شے اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر لکھ دی ہے۔تو حاجیوں والے سارے اعمال کر، سوائے طوافِ بیت اللہ کے، حتیٰ کہ تو پاکیزہ ہوجائے۔''

لیکن یہ حدیث طہارت کی شرط کے بارے میں نص نہیں ہے۔ اگرچہ ہم کہتے رہتے ہیں کہ طہارت ہونا افضل عمل ہے۔لیکن اگر کوئی شخص بلا طہارت طواف کرلیتا ہے یا دورانِ طواف اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور وہ تجدیدِ وضو نہیں کرتا تو اس پر کوئی شے نہیں ہے۔

خصوصاً وہ عورت جس کا حیض طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے اور اس کے رفقا چلے جائیں گے اور اس کو حرج لاحق ہوجائے گا۔ اس سلسلے میں امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت اپنے آپ کو پوری احتیاط سے باندھ لے اور ضرورت کے تحت طواف کرلے۔ امامین کا یہ قول مذہبِ امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہے۔

[الفتاویٰ الکبریٰ:۳/۹۵،مجموع الفتاویٰ:۲۶/۱۷۶،اعلام الموقعین:۳/۲۰]

۵ رمی جمار میں وسعت و آسانی

جمہور اہل علم کے نزدیک رمی کرنا واجب ہے۔کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے رمی کی تھی اور فرمایا تھا: «خُذوا عَنّي مَنَاسِككم» [صحیح مسلم:۱۲۹۷،نسائی:۳۰۶۲،بیہقی:۵/۱۲۵]

اسی طرح جب نبی کریم ﷺ کے لیے چنے کے برابر کنکریاں چن کر لائی گئیں تو آپؐ نے فرمایا: «أمثال هؤلاء فارمُوا» [مسند احمد:۱۷۵۴،نسائی:۳۰۵۷]''ان جیسی کنکریاں مارو۔''

☆ امام مالکؒ سے ایک روایت میں رمی کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، بھی منقول ہے۔سیدہ عائشہؓ کا بھی قول ہے۔لیکن راجح بات یہی ہے کہ رمی کرنا واجب ہے۔

[مجموع الفتاویٰ:۸/۱۳۸، فتح الباری:۳/۵۷۹]

① مقام رمی میں آسانی

مقامِ رمی سے مراد وہ مخصوص جگہ ہے جو جمرات، حوض اور اس کے اردگرد کی جگہ پر مشتمل ہے۔ حوض نبی کریم ﷺ اور خلفاے راشدین کے دور میں موجود نہیں تھا۔ اس کی تعمیر کے وقت کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ وہ عہدِ اُموی میں بنایا گیا یا اس کے بعد۔ امام سرخسیؒ حنفی فرماتے ہیں:

فإن رماها من بعيد، فلم تقع الحصاة عند الجمرة، فإن وقعت قريبًا منها أجزأه، لأن هذا القدر ممّا لا يتأتى التحرز عنه، خصوصًا عند كثرة الزحام، وان وقعت بعيدًا منها لم يُجزه» [المَبسوط:۴/۶۷]

''اگر کسی شخص نے دور سے کنکری ماری اور وہ جمرات کو نہ لگ سکی، تو اگر تو وہ جمرات کے قریب ہی گری ہے تو کفایت کر جائے گی۔ کیونکہ یہ ایسی تنگی ہے جس سے احتیاط نہیں ہوسکتی خصوصاً سخت رش کے وقت، اور اگر وہ دور گر جائے تو اس سے کفایت نہیں کرے گی۔''

یہ ایک مفید و نفیس کلام ہے خصوصاً سخت رش کے ان دنوں میں جن میں بیسیوں نہیں سینکڑوں افراد پاؤں تلے آ کر ہلاک ہوجاتے ہیں اور یہ ہم سب مسلمانوں کے لیے ایک باعثِ عار امر ہے۔ دانا، اہل علم اور دیگر لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس کی تلافی اور تدارک کی کوشش کریں۔ میں نہیں جانتا کہ کتنی اَموات کے بعد ہم بیدار ہوں گے اور اس کی تلافی کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں مؤمن کی بہت بڑی شان ہے اور اس کی موت بڑی عظیم شے ہے۔ خصوصاً ایسے مبارک مقامات میں، جہاں پرندے بھی محفوظ ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: جب میں نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ فرما رہے تھے:

«ما أطيبك وأطيب ريحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك، والذي نفسي محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك، ماله ودمه فإن نظن به إلا خيرًا» [ابن ماجہ:۳۹۳۲، اور اس میں نصر بن محمد بن سلیمان راوی کو ضعیف کہا گیا ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، جبکہ دیگر رواۃ ثقہ ہیں]

''تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، بے شک ایک مؤمن بندے کی حرمت اس کا مال اور خون اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ عظیم ہے۔ اور ہم مؤمن بندے کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں سوچتے۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لزوال الدنيا أهون عند الله من قتل رجلٍ مسلم» [ترمذی:۱۳۹۵،نسائی:۲۹۸۷]

''اللہ کے نزدیک پوری دنیا کو ختم کر دینا ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حیاتِ انسانی کی حفاظت کرنا سب سے زیادہ رعایت کے لائق ہے۔

بعض لوگ بڑے فخریہ اور فاتحہ انداز میں کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تو حوض پر ہاتھ رکھ کر کنکریاں ماری ہیں۔کیوں، ایسا کیوں ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے حوض پر ہاتھ رکھ کر کنکریاں ماری تھیں؟ جبکہ عہدِ نبویؐ میں تو حوض موجود ہی نہیں تھا۔

رمی کا مقصد ظاہر ہے جیسا کہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

«إنما جعل الطواف بالبيت وبين الصفا والمروة ورمي الجمار لإقامة ذكر الله» [دارمی موقوفاً:۱۷۸۰،مسند احمد:۲۳۲۱۵،ابوداؤد:۱۸۸۸]

''بے شک بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی اور جمرات کی رمی کا مقصد اللہ کے ذکر کو بلند کرنا ہے۔''

جو شخص اپنے آپ میں مشغول ہو اور لوگوں کے طوفان میں اپنی جان بچانے میں لگا ہوا ہو وہ کیسے ذکرِ الٰہی کو قائم اور بلند کرسکتا ہے۔

اللہ کی قسم! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر نبی کریم ﷺ حجاجِ کرام کی اس کثرت کو دیکھتے تو ضرور خوش ہوتے، لیکن اگر حجاجِ کرام کے موجودہ ازدحام و اضطراب اور اَموات کو دیکھتے تو اس سے ضرور ناخوش ہوتے کیونکہ یہ آپؐ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ واللہ المستعان !

بسا اوقات بلاوجہ شدت بھی وسوسہ کا سبب بن جاتی ہے اور حاجی کو شک پڑ جاتا ہے کہ کیا اس نے سات کنکریاں ماری ہیں یا چھ؟ اس کی کنکریاں حوض میں گری ہیں یا نہیں؟ تردّد میں مبتلا شخص جب دوبارہ کنکریوں کے لیے جاتا ہے تو رش اور تشدد کا باعث بنتا ہے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:

«رجعنا في الحجة مع النبي ﷺ وبعضنا يقول: رميت لسبع حصيات، وبعضنا يقول: رميت بست . فلم يعب بعضهم على بعض»

[مسند احمد:۱۳۶۲،نسائی:۳۰۷۷،بیہقی:۱۴۹/۵، وقال الالبانی:صحیح الاسناد، فتح الباری:۵۸۱/۳]

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج سے واپس لوٹ رہے تھے، ہم میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ میں نے سات کنکریاں ماری ہیں اور کوئی کہتا کہ میں نے چھ کنکریاں ماری ہیں لیکن کسی نے بھی

www.KitaboSunnat.com

کسی پر عیب جوئی نہیں کی۔''

② اوقاتِ رمی میں آسانی

▣ رات کو رمی کرنا: حاجی کے لیے رات کو رمی کرنا جائز ہے۔ یہ مذہب سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اسی طرح ایک روایت امام مالکؒ سے اور ایک قول امام شافعی سے بھی منقول ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیس نے بھی فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی سربراہی میں یہی فتویٰ جاری کیا ہے، خصوصاً جب جمرات پر سخت رش ہو۔ [الموطا ۹۲۱، بدائع الصنائع: ۳/۱۲۲، المحلی: ۷/۱۷۶، المجموع: ۸/۱۸۰، بدایۃ المجتہد: ۲/۱۴۵، التاج الاکلیل مع مواہب الجلیل: ۳/۱۳۳، اضواء البیان: ۵/۲۹۹، مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ: ۱۷/۳۶۸]

اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے، فرماتے ہیں:

«سُئل النبي فقال: رميتُ بعد ما أمسيتُ؟ فقال: لا حرج، قال: حلقت قبل أن أنحر؟ قال: لا حرج» [صحیح بخاری: ۱۷۲۳]

''نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا۔ ایک شخص نے کہا: میں نے شام کے بعد رمی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ ایک نے کہا: میں نے نحر سے پہلے حلق کروالیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔''

▣ زوال سے پہلے رمی: حاجی کے لیے تمام دنوں میں زوال سے پہلے رمی کرنا جائز ہے۔ یہ مذہب سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے، اور طاؤس بھی اس کے قائل ہیں۔ عطا سے ایک روایت یہی ہے۔ اسی طرح محمد الباقر اور امام ابوحنیفہ سے مشہور روایت ہے۔ ابن عقیل، حنابلہ میں سے ابن جوزی اور شافعیہ میں سے رافعی بھی اسی طرف گئے ہیں۔ معاصرین میں سے شیخ عبداللہ آلِ محمود، شیخ مصطفیٰ زرقا اور شیخ صالح بلیہی سمیت اہل علم کی ایک جماعت اس کی قائل ہے، شیخ عبدالرحمٰن سعدی بھی اس کے قائل ہیں۔

[بدایۃ المجتهد: ۱/۲۵۸، بدائع الصنائع: ۲/۱۳۷، المغنی: ۵/۳۲۸، المجموع: ۸/۲۶۹، فتح الباری: ۳/۵۸۰، الانصاف: ۴/۴۶، مجموعہ رسائل شیخ عبداللہ آل محمود: ۱/۲۲]

اس سلسلے میں اُنہوں نے سیدنا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

«أن رسول الله ﷺ رخص للرعاء أن يرموا بالليل، وأي ساعة من النهار

www.KitaboSunnat.com

شاء وا» [دارقطنی:۲/۲۷۶، وفي أسناده ضعف، وله شواهد عن ابن عباس وابن عمر، لاتخلو من ضعيف]

''بے شک نبی کریم ﷺ نے بکریوں کے چرواہوں کو رات اور دن کے کسی وقت بھی جب وہ چاہیں، کنکریاں مارنے کی رخصت دی۔''

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: وكل ذي عذر من مرضٍ أو خوفٍ على نفسه أو ماله كالرعاة في هذا، لأنهم في معناهم» [الکافی:۱/۱۹۵]

''مرض اور اپنی جان و مال پر خوف کھانے والے سمیت ہر معذور شخص اس رخصت کے حصول میں چرواہوں کی مانند ہے، کیونکہ یہ بھی ان کے معنی میں ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ

إن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع بمنٰى للناس يسألونه، فجاء ه رجل فقال: لم أشعر فحلقتُ قبل أن أذبح؟ فقال: اذبح ولاحرج، فجاء آخر فقال: لم أشعر فنحرتُ قبل أن أرمي؟ قال: ارم ولاحرج، فما سئل النبي قدم ولا أخر إلا قال: افعل ولاحرج» [صحیح بخاری:۸۳، مسلم:۱۳۰۶]

''نبی کریم ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں لوگوں کے سوالات کے لیے کھڑے ہوگئے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے ذبح سے پہلے ہی حلق کروالیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ذبح کرو، کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسرا آدمی آیا اور کہا: میں نے رمی سے پہلے ہی قربانی کرلی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: رمی کرو، کوئی حرج نہیں ہے، اس دن آپؐ سے کسی شے کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا مگر آپؐ نے یہی کہا: کرو کوئی حرج نہیں۔''

ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کتاب وسنت، اجماع اور قیاس میں سے ایسی کوئی نص صریح بھی موجود نہیں ہے جس میں زوال سے پہلے رمی کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ اگر زوال سے پہلے رمی کرنا منع ہوتا تو نبی کریم ﷺ سائلین کے جواب میں اس کی ضرور وضاحت فرمادیتے جیسا کہ مشہور اُصول ہے: تأخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز

''ضرورت کے وقت بیان کو مؤخر کرنا ناجائز ہے۔''

ان کے دلائل میں سے ایک دلیل قرآنِ مجید کی یہ آیتِ مبارکہ بھی ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ [البقرۃ:۲۰۳]

''ان گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔''

اور رمی بھی اللہ کا ذکر ہے جیسا کہ سیدہ عائشہؓ کی حدیثِ مبارکہ ہے:

www.KitaboSunnat.com

«إنما جعل الطواف بالبيت وبين الصفا والمروة ورمي الجمار لإقامة ذكر الله»[سنن دارمی:۱۷۸۰وغیرہ موقوفاً،مسند احمد:۲۳۲۱۵،ابوداؤد:۱۸۸۸]

''بیشک بیت اللہ کا طواف، صفاومروہ کی سعی اور جمرات کی رمی کا مقصد ذکرِ الٰہی کا قیام ہے۔''

گویا اسی پورے دن کو محل ذکر بنا دیا گیا ہے اور رمی بھی اللہ کا ذکر ہے جو کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے۔

صحیح بخاری میں ابن عمرؓ وغیرہ کا قول منقول ہے کہ جب ان سے رمی کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: اذا رمٰی إمامك فارْمِ [بخاری:۱۷۴۶،ابوداؤد:۱۹۷۲]

''جب تمہارا امام رمی کرے تو تم بھی رمی کرو۔''

اگر رمی کا وقت متعین ہوتا تو ابن عمرؓ سائل کو ضرور اس کی صراحت کرتے۔

▣ **یوم العید کے علاوہ دیگر ایام میں رمی کو دوسرے دن تک لیٹ کرنا:** سیدنا عاصم بن عدیؓ سے مروی ہے کہ

أن رسول الله أرخص لرعاء الإبل في البيتوتة خارجين عن منى ، يرمون يوم النحر ثم يرمون الغد ومن بعد الغد لِيَومين ثم يرمون يوم النفر

[موطا:۸۱۵،مسند احمد:۲۳۸۲۶،ابوداؤد:۱۹۷۵،ترمذی:۹۵۵،ابن ماجہ:۳۰۳۷،نسائی:۳۰۶۹]

''نبی کریم ﷺ نے بکریوں کے چرواہوں کو منیٰ سے باہر راتیں گزارنے کی اجازت دے دی تھی کہ وہ یومِ نحر کو رمی کریں۔ پھر کل (۱۱ تاریخ) اور کل کے بعد والے کل (۱۲ تاریخ) کو دو دنوں کی اکٹھی رمی کریں۔ پھر یومِ نفر (۱۳ ذی الحجہ) کو رمی کریں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بکریوں کے چرواہوں کی مانند کسی کام میں مشغول شخص کے لیے رمی جمرات کو ایام تشریق میں سے آ کر ایک دن تک لیٹ کرنا جائز ہے۔ لیکن ۱۳ تاریخ (آخر ایام تشریق) سے لیٹ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حالت میں رمی ادا ہوگی، قضا نہیں اور ایامِ تشریق ایک دن کی مانند ہیں۔ یہ شافعیہ، حنابلہ، ابویوسف اور حنفیہ میں سے محمد بن الحسن کا قول ہے اور امام شنقیطیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

مشغولیت کی طرح رش، مشقت اور دھینگا مشتی سے بچنے کے لیے بھی رمی کو لیٹ کیا جاسکتا ہے۔ جو حج کے عظیم مقاصد میں سے ہے اور حیاتِ انسانی کی رعایت رکھنا حیاتِ حیوان سے زیادہ اولیٰ ہے جیسا کہ چرواہوں کو اجازت دی گئی۔

اور جانوں کی حفاظت کرنا شریعت کے مجمع علیہ پانچ مقاصد میں سے ہے۔

www.KitaboSunnat.com

⑤ رمی میں نیابت کی آسانی

عورتیں اور ضعیف لوگ رمی کرنے کے لیے کسی غیر کو اپنا وکیل اور نائب بنا سکتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سیدنا جابرؓ سے مروی ہے کہ

خرجنا مع رسول الله ﷺ حجاجًا، ومعنا النساء والصبيان، فأحرمنا عن الصبيان [سنن سعید بن منصور]

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لیے نکلے اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ پس بچوں کی طرف سے ہم نے احرام باندھے۔'' (یعنی بچوں کی طرف سے حج کی نیت کی اور تلبیہ کہا)

اس روایت کو امام ابن ماجہ وغیرہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: «فلبَّينا عن الصبيان ورمينا عنهم » [ابن ماجہ: ۳۰۳۸، ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۴۱، بیہقی: ۱۵۶/۵]

''ہم نے بچوں کی طرف سے تلبیہ کہا اور ان کی طرف سے رمی کی۔''

امام ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: «فكنَّا نلبي عن النساء ونرمي عن الصبيان» [جامع ترمذی: ۹۲۷، تلخیص الحبیر: ۲۷۰/۲]

''ہم عورتوں کی طرف سے تلبیہ کہتے تھے اور بچوں کی طرف سے رمی کرتے تھے۔''

ابن منذرؒ فرماتے ہیں: ''میں تمام اہل علم سے یہی جانتا ہوں کہ قدرت نہ رکھنے والے بچے کی جانب سے رمی کی جاسکتی ہے۔ ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور عطا، زہری، مالک، اسحق اور شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ [المغنی: ۲۰۷/۳]

❻ تحلّل اور مبیتِ منٰی میں آسانی

تحلّلِ اوّل رمیِ جمرات کے ساتھ ہی حاصل ہوجاتا ہے۔ جب حاجی یوم العید کو جمرات کی رمی کرلیتا ہے تو اس کے لیے سوائے عورتوں کے تمام چیزیں حلال ہوجاتی ہیں۔ یہ امام مالک، ابوثور، ابویوسف، ایک روایت میں امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ علقمہ، خارجہ بن زید بن ثابت اور عطا بھی اسی کے قائل ہیں۔

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ یہی مذہب صحیح ہے۔ ان شاء اللہ [المغنی: ۲۲۵/۳، روضۃ الطالبین: ۱۰۴/۳، شرح العمدۃ لابن تیمیہ: ۵۴۰/۳، الانصاف: ۴۱/۴، مواہب الجلیل: ۸۹/۳]

بلکہ امام ابن حزم کے نزدیک مجرد رمی کا وقت داخل ہوجانے سے تحلّلِ اوّل حاصل ہوجاتا

www.KitaboSunnat.com

ہے خواہ رمی نہ بھی کی ہو۔ [المحلی: ۷/۱۳۹]
شیخ ابن بازؒ کا بھی یہی قول ہے جو اُنہوں نے اپنی آخر عمر میں بلوغ المرام کی کتاب الحج کی شرح میں ذکر کیا ہے۔ اُنہوں نے سیدنا ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «إذا رميتم الجمرة فقد حلّ لكم كل شيء، إلا النساء» [مسند احمد: ۲۰۹۰، نسائی: ۳۰۸۴]
''جب تم جمرہ عقبہ کی رمی کرلو، تو تمہارے لیے سوائے عورتوں کے سب چیزیں حلال ہیں۔''
سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إذا رمى أحدكم جمرة العقبة فقد حلّ له كل شيء إلا النسآء» [سنن ابو داؤد: ۱۹۷۸]
''جب تم میں سے کوئی شخص جمرہ عقبہ کی رمی کرلے تو اس کے لیے سوائے عورتوں کے سب چیزیں حلال ہیں۔''
سیدنا ابن عباسؓ اور سیدہ عائشہؓ کی مذکورہ دونوں احادیث میں اگرچہ ضعف ہے، مگر بعض معاصرین جیسے شیخ البانیؒ وغیرہ نے ان کو صحیح کہا ہے اور صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ جات ان کو تقویت دیتے ہیں۔ [سلسلہ صحیحہ: ۲۳۹] اُمّ سلمٰی سے بھی اسی معنی کی ایک روایت منقول ہے۔
[مسند احمد: ۲۵۳۲۱، سنن ابو داؤد: ۱۹۹۹]

مبیتِ منٰی: خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے بھی مبیتِ منٰی کیا ہے اور فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہے اور کوئی مناسب جگہ پالیتا ہے تو اس پر تشریق کی راتیں منٰی میں گزارنا واجب ہے، یہ جمہور کا قول ہے۔ [فتح الباری: ۳/۵۷۹]
لیکن جس شخص کو مناسب جگہ نہ ملے سکے، اس سے مبیتِ منٰی کے سقوط کے بھی دلائل موجود ہیں۔ وہ جہاں چاہے، مکہ، مزدلفہ اور عزیزیہ وغیرہ میں یہ راتیں گزار سکتا ہے۔ اس پر منی کے خیموں کی اختتام پر رات گزارنا بھی لازم نہیں ہے۔
سڑکیں، خیموں کے درمیانی راستے، فٹ پاتھ، لیٹرینوں کے سامنے کی جگہیں اور پہاڑوں کی چوٹیاں آدمی کے لیے رات گزارنے اور اس عظیم الشان روحانی عبادت کے لیے غیر مناسب ہیں۔ اُن کی دلیل سیدنا ابن عمرؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں:
استأذن العباس رسول الله ﷺ أن يبيت بمكة ليالي منٰى من أجل السقاية فأذن له [صحیح بخاری: ۱۷۴۵، مسلم: ۱۳۱۵]

www.KitaboSunnat.com

''سیدنا عباسؓ نے حاجیوں کو پانی پلانے کی وجہ سے نبی کریمﷺ سے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔''

جب پانی پلانے والوں کو منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی رخصت مل سکتی ہے تو منیٰ میں راتیں گزارنے کے لیے جگہ نہ پانے والوں کو بالاولیٰ رخصت ملنی چاہیے۔

دوسری دلیل بکریوں کے چرواہوں والی حدیث ہے کہ نبی کریمﷺ نے اُنہیں منیٰ کی راتیں منیٰ سے باہر اپنی بکریوں کے پاس گزارنے کی اجازت دے دی۔[مؤطا:۸۱۵، احمد ۲۳۸۲۶، ابوداؤد:۱۹۷۵، ترمذی:۹۵۵، ابن ماجہ:۳۰۳۷، نسائی:۳۰۶۹]

منیٰ میں جگہ نہ پانے والا رخصت پانے کا ان چراہوں سے زیادہ حق دار ہے۔

سیدنا ابن عباسؓ حاجیوں کو یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کسی حاجی کے پاس مکہ میں قیمتی سامان موجود ہے اور منیٰ میں رات گزارنے کی وجہ سے اسے اس کے ضائع ہوجانے کا خدشہ ہے تو وہ مکہ میں اپنے سامان کے پاس رات گزار سکتا ہے اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔[التمہید: ۱۷/۲۶۳]

اہل علم نے ہر اس شخص کو چرواہوں اور پانی پلانے والوں کے ساتھ ملحق کیا ہے جس کو اپنے مال کے ضیاع کا خدشہ ہو، کسی اہم امر کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو، یا مریض کے مرض بڑھنے اور اس کو ضرر یا مشقتِ ظاہرہ لاحق ہونے کا خدشہ ہو۔

جب ان تمام افراد کو مبیتِ منیٰ سے رخصت ہے تو جو شخص منیٰ میں راتیں گزارنے کے لیے مناسب جگہ نہ پاسکے، وہ رخصت کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو طوافِ بیت اللہ کے لیے مکہ گیا پس اس کو شدید رَش نے گھیر لیا اور وہ منیٰ میں رات نہ گزار سکا۔ اب یہ جگہ نہ پانے والا اور رش میں گھرا ہوا دونوں اشخاص خارجی امر کے سبب مبیتِ منیٰ سے پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ اس کے رفع کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان دونوں پر کوئی شے لازم نہیں آتی۔

۷ قربانی کی آسانی

قربانی کی آسانی یہ ہے کہ کثرت سے خون نہ بہایا جائے۔ بسا اوقات سیدنا ابن عباسؓ کے اثر کی بنیاد پر حج میں کوئی واجب رکن ترک کرنے پر دم دینے کا فتویٰ صادر کردیا جاتا ہے:

من نَسِي من نسكه شيئًا أو تركه فليهرق دمًا [موطا:۹۴۰، بیہقی:۵/۳۰،۱۵۲]

''جو شخص اپنے مناسکِ حج میں سے کوئی شے بھول جائے یا چھوڑ دے، چاہئے کہ خون بہائے۔''

یہ اثر صحیح ہے لیکن ایک فتویٰ اور اجتہادِ صحابی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ جبکہ اکثر سلف

www.KitaboSunnat.com

ترکِ واجب پر دم لازم نہیں کرتے بلکہ سائل کی مالی حالت کا بھی خیال رکھتے تھے اور اس کے غنی وفقر کے اعتبار سے فتویٰ صادر فرماتے تھے۔

شارع نے بعض واجبات کو حاجی سے سرے سے ساقط کر دیا ہے، جیسے حائضہ عورت سے طوافِ وداع اور چرواہوں وغیرہ سے مبیتِ منیٰ، اور ان پر کوئی شے بھی لازم نہیں کی۔ ایسے ہی فعل حرام کے ارتکاب میں سیدنا کعب بن عجرہ ؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو فدیہ کے ساتھ سر کے بال مونڈوانے کی اجازت دے دی تھی کہ تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک جانور ذبح کرو۔'' [صحیح بخاری:۱۵۵۸، مسلم:۱۲۵۰]

ہر ترکِ واجب پر دم واجب قرار دینے کے سلسلے میں کوئی بھی مرفوع حدیث ثابت نہیں ہے لہٰذا فتویٰ دیتے وقت مناسب ہے کہ لوگوں کے احوال کی رعایت رکھی جائے۔ واللہ اعلم

ایک سال میں پانچ طلبہ کے مدینہ منورہ یونیورسٹی میں سکالرشپ پر داخلے

اور پنجاب یونیورسٹی و اِسلامک یونیورسٹی کے داخلہ امتحانات میں پہلی پوزیشنوں کے بعد

جامعة لاهور الإسلامية (رحمانیہ) کا

ایک اور تعلیمی اعزاز

وفاق المدارس السّلفیہ کے سالانہ امتحانات ۲۰۰۹ء کے نتائج میں

جامعہ کے ہونہار طلبہ نے مختلف مراحل میں بہ یک وقت

چار امتیازی پوزیشنیں

حاصل کر کے جامعہ ہذا کے اعلیٰ معیارِ تعلیم کی عملی شہادت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُن کامیاب ہونے والے طلبہ کو دین ودنیا کی مزید کامیابیوں وکامرانیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

انتظامیہ و اَساتذہ کرام جامعة لاهور الإسلامية

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

کیا یزید بن معاویہؓ فوجِ مغفور لہم کا سپہ سالار تھا؟

سانحۂ کربلا اسلامی تاریخ کا اِنتہائی المناک باب ہے، اس سانحہ کے بعد یزید بن معاویہ کو لگاتار برا بھلا کہا جاتا رہا ہے۔ البتہ یزید کے جنتی ربخشے ہوئے ہونے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی اُس بشارت کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس میں شہر قیصر کی طرف سب سے پہلے حملہ آور لشکر کو مغفور لہم ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے۔ ائمہؒ اسلاف میں سے امام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی اور حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نے یزید بن معاویہ کو اس پہلے لشکر کا سالار قرار دیا ہے جس نے تاریخ اسلامی میں سب سے پہلے شہر قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کیا تھا۔ زیر نظر مضمون میں ان ائمہؒ اسلاف کے موقف کے برعکس بعض احادیث اور تاریخی واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یزید بن معاویہؓ کے زیر قیادت قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ لشکر پہلا نہیں، بلکہ آخری رچھٹا تھا اور اس سے قبل سیدنا معاویہؓ بن ابوسفیان، عبدالرحمٰن بن خالدؓ بن ولید اور سفیان بن عوف کی زیر قیادت قسطنطنیہ پر حملے ہوچکے تھے؛ اس بنا پر یزید بن معاویہ نبی کریم ﷺ کی اس بشارت کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ ایک اہم نکتے پر تاریخی بحث ہونے کے ناطے اسے 'محدث' میں اس بنا پر شائع کیا جارہا ہے کہ یہ اس نکتہ پر جامع ومبسوط بحث ہے۔ البتہ اس سے دلائل کی بنا پر اتفاق واختلاف کی گنجائش بلاشبہ باقی ہے جس کے لئے 'محدث' کے صفحات حاضر ہیں۔ یہاں یہ بنیادی سوال بھی باقی ہے کہ حدیثِ نبویؐ میں وارد 'مدینہ قیصر' کا مصداق کیا لازماً قسطنطنیہ ہی ہے جبکہ اس دورِ میں قیصر کا پایۂ تخت حمص تھا۔ اس موضوع پر 'محدث' میں ۱۰ برس قبل دو مضامین بھی شائع ہوچکے ہیں جن میں اپریل ۱۹۹۹ء میں مولانا عبدالرحمٰن عزیز کا مضمون 'سانحۂ کربلا اور غزوۂ قسطنطنیہ کی اِمارت کا مسئلہ' اور اس کے تعاقب میں مولانا ارشاد الحق اثری حفظہم اللہ کا مضمون 'سانحہ کربلا میں اِفراط وتفریط: بعض تسامحات' شمارہ اگست ۱۹۹۹ء کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (ح م)

جہادِ قسطنطنیہ کے پہلے سپہ سالار کون تھے؟

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کی دو بشارتوں کا ذکر ہے جو آپؐ نے دو جہادی لشکروں کے متعلق بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک سمندر میں جہاد کرنے والوں کے متعلق ہے اور دوسری بشارت قسطنطنیہ پر سب سے پہلا حملہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔ چنانچہ پہلے اس حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

www.KitaboSunnat.com

«أوّل جيش من أمتي يغزون مدينةَ قيصر مغفور لهم»

[صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب ۹۳، ما قیل فی قتال الروم، ح:۲۹۲۴]

''میری اُمت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اس کے لیے پروانۂ مغفرت ہے۔''

منکرینِ حدیث میں سے محمود احمد عباسی اور اس کے ہم نوا ناصبی حضرات نے اس حدیث کا مصداق یزید بن معاویہ کو قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث کو یزید کے پاکباز ہونے کے بارے میں قوی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جبکہ یزید بن معاویہؓ کے دورِ خلافت میں تین عظیم واقعات رونما ہوئے اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ جس نے یزید کی سیرت و کردار کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے:

① سیّدنا حسینؓ بن علیؓ اور ان کے ساتھیوں و اہل بیت کا قتل عام

② واقعہ حرہ جس میں مدینہ پر چڑھائی کی گئی اور مدینہ کو تاخت و تاراج کیا گیا اور مدینۃ الرسول ﷺ کی حرمت کو پامال کیا گیا۔

③ خانہ کعبہ پر حملہ کیا گیا جس سے خانہ کعبہ کی بنیادیں ہل گئیں اور اُسے آگ لگ گئی۔

ناصبی حضرات نے یزید بن معاویہ کو اِن تینوں واقعات سے بری الذمہ قرار دینے کے لیے ان کے جنتی ہونے کا عقیدہ پاک و ہند میں پھیلایا اور اس بات کو 'ایک نئی تحقیق' کا نام دیتے ہوئے تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا، جس کی وجہ سے بہت سے محققین بھی اس سے متاثر ہوئے اور اُنہوں نے بھی اسے ایک انمول تحقیق سمجھ کر اس کی خوب تشہیر کی۔

اہل حدیث جماعت جن میں محققین کی کافی تعداد موجود ہے لیکن ان میں سے بعض لوگ بھی تحقیق کے نام سے گمراہ ہوئے اور اُنہوں نے بھی اس نئی تحقیق کی تائید کی جس سے یہ غلط نظریہ لوگوں میں عام ہوگیا کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے کی بنا پر یزید بن معاویہ جنتی ہے۔ جبکہ یزید بن معاویہؓ کے دور میں سیدنا حسینؓ اور آپ کے اصحاب کے قتل کے علاوہ مدینہ منورہ کو جس طرح تاخت و تاراج کیا گیا اور اہل مدینہ کا جس طرح خون بہا کر مدینۃ الرسول ﷺ کی حرمت کو پامال کیا گیا، اس کی مثال پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی اور نہ ہی اس طرح کا کوئی واقعہ اہل مدینہ کے ساتھ کبھی پیش آیا۔ بلکہ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے اور ڈرانے والوں کے متعلق احادیث میں جس قدر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ان سے حدیث کا ہر طالبِ علم بخوبی

www.KitaboSunnat.com

واقف ہے۔ کجا یہ کہ جس نے اُن کا قتل عام کیا، اس کی سزا تو بہت ہی سخت ہے۔ لہٰذا مکہ، مدینہ اور کربلا کے مقتولین کا خون یزید کے سر ہے جس کا حساب اور باز پرس اس سے ہونی ہے۔ یزید بن معاویہؒ کو بغیر کسی دلیل کے جنتی قرار دینے والے ان حقائق کو بھی نگاہ میں رکھیں تاکہ اصل حقیقت تک رسائی پانے میں اُنہیں آسانی ہو۔

اب ہم اس یزید کے مغفور لھم میں سے ہونے کے دعویٰ کی طرف آتے ہیں۔ ماضی کے بعض مؤرخین نے بھی 'اوّل جیش' کا ذکر کرتے ہوئے اس کا مصداق یزید بن معاویہ کو قرار دیا لیکن اس کی کوئی دلیل اُنہوں نے بیان نہیں کی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ''ہر شخص کی بات دلیل کے ساتھ قبول اور دلیل کی بنا پر ہی ردّ کی جاسکتی ہے۔'' لہٰذا اس سلسلہ میں ضرورت محسوس کی گئی کہ اس بات کی تحقیق کی جائے اور جہاں لوگوں کو اس سلسلہ میں غلطی لگی ہے، اسے بھی واضح کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی غلطی جس عبارت سے بعض محققین کو بھی لگی ہے، وہ صحیح بخاری کے یہ الفاظ ہیں:

قال محمود بن الربيع: فحدثتها قومًا فيهم أبو أيوب صاحب رسول الله ﷺ في غزوته التي تُوفّي فيها ويزيد بن معاوية عليهم بأرض الروم......

[صحیح بخاری: كتاب التهجد، باب ٣٦، صلاة النوافل جماعة، ح:١١٨٦]

''سیدنا محمود بن الربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (نفل کی جماعت کی) یہ حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جن میں رسول ﷺ کے صحابی اور میزبانِ رسول اللہؐ سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی تھے اور اُنہوں نے اسی غزوہ میں وفات پائی اور یزید بن معاویہ اس لشکر پر سالار تھے۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ غزوۂ روم جس کے سپہ سالار یزید بن معاویہؒ تھے، اسی غزوہ میں ابوایوب انصاریؓ بھی موجود تھے اور جنہوں نے اسی غزوہ کے دوران وفات بھی پائی۔

یہاں یہ واضح رہنا چاہئیکہ ابوایوب انصاریؓ جہادِ قسطنطنیہ میں شروع سے آخر تک شامل تھے اور معاویہ کے دورِ خلافت میں قسطنطنیہ پر یہ آخری غزوہ تھا کہ جس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ وفات تک شریک رہے اور اس فوج کے سپہ سالار یزید بن معاویہؒ تھے اور قسطنطنیہ پر حملوں کا آغاز حضرت معاویہؓ نے ہی کیا تھا جیسا کہ آگے تفصیل سے بیان ہوگا۔

اس مضمون کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ تنقیدی نظر سے اس

www.KitaboSunnat.com

مضمون کا جائزہ لیں اور اس مضمون کے سلسلے میں جو مثبت یا منفی دلائل ان کے پاس موجود ہوں اُن سے راقم الحروف کو ضرور بہ ضرور آگاہ کریں۔ لیکن واضح رہے کہ وہ جو کچھ نقل کریں، وہ کسی شخص کی محض رائے نہ ہو یا تاریخ کی کوئی بے سند روایت نہ ہو بلکہ وہ جو کچھ بھی نقل کریں وہ تحقیقی مواد ہونا چاہئے اور جو روایت بھی وہ نقل کریں وہ باسند اور صحیح ہو۔ جو محدثین کے اُصول کے مطابق صحیح یا حسن درجہ کو پہنچی ہوئی ہو کیونکہ بے سند روایت کا وجود اور عدم برابر ہے اور وہ شریعت میں کسی دلیل کی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی اہل علم اس سلسلہ میں ان اُصولوں کو مدنظر رکھ کر میری راہنمائی کریں تو اس کی کوشش اور جدوجہد کو ان شاء اللہ تعالیٰ قدر و قیمت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اور یہی قرآنِ مجید کا پیش کردہ اُصول ہے:

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [البقرۃ:۱۱۱]

سب سے پہلا سمندری لشکر

صحیح بخاری کی ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ اُمّ حرام بنت ِملحانؓ کے گھر تشریف لے گئے (جو سیدنا انسؓ کی خالہ تھیں) اور ان کے ہاں تکیہ لگا کر سو گئے، پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ اُمّ حرامؓ نے پوچھا ''اے اللہ کے رسولؐ! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میری اُمت کے کچھ لوگ سبز سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سوار بالکل اسی طرح ہیں جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں۔ اُمّ حرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! دُعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل کردے، آپؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اسے اُن لوگوں میں شامل فرما دے اور آپؐ دوبارہ سو گئے اور پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ اُمّ حرامؓ نے پہلے کی طرح پوچھا کہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ آپؐ نے پہلے کی طرح جواب دیا: کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ اُمّ حرامؓ نے عرض کیا کہ آپؐ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں شامل کردے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو پہلے لشکر میں شامل ہے اور بعد والوں میں شامل نہیں ہے۔

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ اُمّ حرامؓ نے سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ نکاح کیا پس وہ سیدنا معاویہؓ بن ابوسفیانؓ کے زمانے میں (جبکہ وہ سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں شام کے

www.KitaboSunnat.com

گورنر تھے۔ اپنے خاوند سیدنا عبادۃ بن الصامتؓ کے ساتھ) اور فاختہ بنتِ قرظہ کے ساتھ (جو سیدنا معاویہ کی بیوی تھیں) سمندر میں سوار ہوئیں اور جب وہ اس جہاد سے واپس آرہی تھی تو جانور پرسوار ہوئیں تو جانور نے ان کو گرا دیا (اور ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی) اور وہ وفات پا کر شہادت کے مقام پر فائز ہوگئیں۔''

[صحیح البخاري: کتاب الجهاد: باب١) الدعاء بالجهاد للرجال والنساء، باب٢) فضل من يصرع في سبيل الله فمات فهو منهم، باب٣) غزوة المراة في البحر، باب٤) ركوب البر؛ وكتاب التعبير، باب٥) رؤيا النهار وكتاب الاستيذان، باب٦) من زار قومًا وصحيح مسلم: كتاب الإمارة: باب فضل الغزو في البحر وسنن أبو داود: كتاب الجهاد، وسنن الترمذي وغيره]

◉ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں سیدنا عمیر بن اسود عنسیؒ بیان کرتے ہیں کہ

''وہ سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے پاس اس وقت گئے جب وہ حمص کی بندرگاہ میں ایک مکان میں اُترے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ اُن کی بیوی اُمّ حرامؓ تھیں۔ عمیرؒ نے کہا کہ ہم سے اُمّ حرامؓ نے حدیث بیان کی کہ اُنہوں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ؐفرماتے تھے: «أوّل جيش من اُمتي يغزون البحر قد أوجبوا»

''میری اُمت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، ان کے لیے (جنت) واجب ہوگئی۔'' اُمّ حرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں بھی اس لشکر میں شریک ہوں گی۔ آپ ؐ نے فرمایا: تو اس میں ہوگی۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا: «أوّل جيش من اُمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم» ''میری اُمت کا وہ پہلا لشکر کہ جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا، اس کے لیے پروانۂ مغفرت ہے۔''

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی۔ آپ ؐ نے فرمایا: نہیں۔'' [صحیح بخاری، کتاب الجہاد: باب ما قیل فی قتال الروم، ح:۲۹۲۴]

اس حدیث کو امام بخاریؒ کے علاوہ امام حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، امام ابونعیم اصفہانی نے حلية الأولياء میں اور امام طبرانی نے مسند الشاميين میں روایت کیا ہے۔ [ملاحظہ فرمائیں: سلسلة الأحاديث الصحيحة: ج۱ص۷۶، رقم ۲۶۸]

اس حدیث میں دو لشکروں کے متعلق نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ جو دو مختلف مقامات پر حملہ آور ہوں گے۔ پہلا لشکر سمندری جہاد کرے گا اور ان کے لیے جنت کے واجب ہونے کی

www.KitaboSunnat.com

بشارت دی گئی ہے اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق مسلمانوں نے سب سے پہلے سیدنا معاویہؓ کی سرکردگی میں بحری جہاد کیا اور اسی جہاد میں اُمّ حرامؓ شہید ہوئیں۔

حافظ ابن کثیرؒ ۲۸ھ کے واقعات کے ضمن میں قبرص کی فتح کی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قبرص کو سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیان نے فتح کیا۔ وہ مسلمانوں کی بہت بڑی فوج کے ساتھ قبرص کی طرف گئے اور اُن کے ساتھ عبادہ بن صامتؓ اور ان کی بیوی اُمّ حرامؓ بنتِ ملحانؓ بھی تھیں۔"

پھر حدیثِ اُمّ حرامؓ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"سیدہ اُمّ حرامؓ اس غزوہ میں شامل تھیں اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ سیدنا معاویہ سمندر میں کشتیوں پر سوار ہوکر جزیرہ میں گئے جو قبرص کے نام سے مشہور ہے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک عظیم فوج تھی۔ اُنہوں نے اس حملہ کے متعلق سیدنا عثمانؓ سے اجازت چاہی تھی تو عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ سیدنا معاویہؓ نے اس حملہ کے متعلق سیدنا عمرؓ سے بھی اجازت چاہی تھی لیکن انہوں نے اس عظیم مخلوق (جہازوں) پر مسلمانوں کو سوار کرانے سے انکار کردیا تھا کہ اگر وہ حرکت کرے تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔ مگر جب سیدنا عثمانؓ کا زمانہ آیا تو معاویہؓ نے اس بارے میں اصرار کیا تو عثمانؓ نے ان کو اجازت دے دی۔" [البداية والنهاية: ج۷/ص۱۵۳]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس حدیث پر اس طرح کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: فتح الباري: ج۱۱/ص۷۵،۷۶ نیز تهذيب التهذيب: ج۱۲/ص۴۶۲

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جس سمندری غزوہ کی خبر نبی ﷺ نے دی تھی، وہ بعد میں غزوۂ قبرص کی شکل میں سامنے آیا اور سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھوں یہ جزیرہ فتح ہوا اور اسی غزوہ کے دوران اُمّ حرامؓ شہید ہوئیں اور اس غزوہ کے سپہ سالار کے متعلق صحیح بخاری میں وضاحت ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ تھے۔

أوّل جیش کے متعلق علماے کرام کے اَقوال

اس حدیث میں جس دوسرے لشکر کے متعلق خوشخبری دی گئی ہے تو یہ لشکر وہ تھا کہ جس نے قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کیا تھا۔ بعض مؤرخین نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والوں میں یزید بن معاویہؒ

کا بھی ذکر کیا اور بعض نے اُنہیں پہلے لشکر میں شامل سمجھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس آخری لشکر میں شامل ہوا تھا کہ جس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے وفات پائی تھی جس کو وضاحت صحیح بخاری کے حوالہ سے گزر چکی ہے اور جس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔ یزید کے قسطنطنیہ والے لشکر میں شرکت کے متعلق علماے کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

❁ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ

''مہلبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں معاویہؓ کی منقبت بیان ہوئی ہے، اس لیے کہ اُنہوں نے سب سے پہلے سمندری جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت بیان ہوئی ہے کیونکہ اُس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر میں جہاد کیا۔'' [فتح الباری:۶/۱۰۲]

مہلب بن احمد بن ابی صفرۃ اندلسی کی وفات ۴۳۵ھ میں ہوئی۔ [سیر اعلام النبلاء:۱۳/۳۷۷]

اور مذکورہ غزوہ ۵۲ھ میں ہوا تھا۔ یاد رہے کہ مہلب نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

❁ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

''اور یزید پہلا شخص ہے جس نے یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی جنگ کی اور خلیفہ بن خیاط نے ۵۰ھ بیان کیا ہے۔ پھر اس نے سرزمین روم سے اس غزوہ سے واپس آنے کے بعد اس سال لوگوں کو حج کروایا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اُمت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، وہ مغفور ہے۔'' اور وہ دوسری فوج تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے اُمّ حرامؓ کے پاس اپنے خواب میں دیکھا تھا اور اُمّ حرامؓ نے کہا: اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل کردے۔ آپؐ نے فرمایا تو اوّلین میں سے ہے یعنی سیدنا معاویہؓ کی فوج میں شامل ہوگی جب وہ قبرص میں جنگ کریں گے پس سیدنا معاویہؓ نے سیدنا عثمانؓ کے دورِ حکومت میں ۲۷ھ میں قبرص کو فتح کیا اور اُمّ حرامؓ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ اُنہوں نے وہیں قبرص میں وفات پائی پھر دوسری فوج کا امیر ان کا بیٹا یزید بن معاویہ تھا اور اُمّ حرامؓ نے یزید کی اس فوج کو نہیں پایا اور یہ دلائل نبوت میں سے ایک انتہائی بڑی دلیل ہے۔'' [البدایۃ والنہایۃ: ج۸/ص۲۲۹]

❁ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''اور اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جہاد ہر امیر کے ماتحت جائز ہے (چاہے وہ نیک ہو

www.KitaboSunnat.com

یا بد)۔اس حدیث میں قیصر کے شہر میں جہاد کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور اس جہاد کا امیر یزید بن معاویہؒ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا۔[فتح الباری: ج۱۱؍ص۷۷]

❁ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

''قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے یزید بن معاویہؒ نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ سادات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی شریک تھی جس میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور ابو ایوب انصاریؓ تھے اور ابوایوب انصاریؓ نے اسی غزوہ میں ۵۲ھ میں وفات پائی'' [حاشیہ صحیح بخاری: ج۱؍ص۴۱۰]

❁ علامہ بدرالدین عینیؒ رقم طراز ہیں:

''یزید بن معاویہ نے بلادِ روم میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔''

[عمدۃ القاری: ج۱۴؍ص۱۹۹]

❁ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے لشکر کے سپہ سالار یزید تھے اور چونکہ 'لشکر' معین تعداد کو کہا جاتا ہے، اس لیے اس فوج کا ہر ہر فرد بشارتِ مغفرت میں شریک ہے نہ کہ اس کا کوئی فرد تو لعنت میں شریک ہو اور کوئی اس میں سے ظالموں میں شریک ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ یزید اسی حدیث کی بنا پر قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا تھا۔'' [منہاج السنۃ:۲؍۲۵۲]

اس بات میں شک وشبہ نہیں کہ یزید بن معاویہ قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوا تھا اور اس بات کی گواہی صحابی رسول ﷺ سیدنا محمود بن الربیعؓ نے دی ہے۔ چنانچہ سیدنا محمود بن الربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی شامل تھے اور یزید بن معاویہ ان پر اَمیر تھے، روم کی سرزمین میں۔'' [صحیح بخاری: ج۱؍ص۱۵۸ تاریخ الصغیر:ص۷۴]

سیدنا محمود بن الربیعؓ کے بیان سے یہ بھی واضح ہوا کہ یزید بن معاویہ جس لشکر پر امیر تھے اس میں سیدنا ابو اَیوب انصاریؓ بھی شامل تھے اور اسی لشکر میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے وفات پائی اور اُنہوں نے ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں وفات پائی ہے۔

اس سے واضح طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ جس لشکر میں شامل تھا، وہ

معاویہ کے دورِ حکومت میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا سب سے آخری لشکر تھا۔

❁ سیدنا محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں:

''سیدنا ابوایوب انصاریؓ نے یزید بن معاویہؓ کے زمانے میں جہاد کیا پھر وہ بیمار ہوگئے پس اُنہوں نے فرمایا: مجھے روم کی سرزمین میں جہاں تک ہوسکے لے جانا پھر مجھے دفن کردینا۔''

[التاریخ الصغیر لامام بخاری: ص ۶۵، طبع سانگلہ ہل]

❁ سیدنا ابوطبیانؒ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا ابوایوبؓ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ جہاد کیا (اسی دوران وہ بیمار ہوگئے) پس اُنہوں نے فرمایا: جب میں مرجاؤں تو مجھے دشمن کی سرزمین میں لے جانا اور جب تمہارا دشمن سے سامنا ہوتو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کردینا۔'' [مسند احمد: ج۵/ص ۴۲۳، ۴۱۹ قلت: ورجالہ ثقات، الطبرانی فی الکبیر ۳۸۴۷، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۰، مصنف ابی شیبہ: ۵/۳۲۰، طبقات ابن سعد: ۳/۴۸۴، ۴۸۵]

اس روایت میں یہ واقعہ بیان کرنے والے سیدنا ابوطبیان حصین بن جندب جہنی کوفیؒ ہیں اور طبقات ابن سعد [ج ۳ ص ۳۶۹ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت] میں عن ابی طبیان عن اشیاخہ عن ابی ایوب الانصاری کی سند سے یہ واقعہ موجود ہے اور ان کے اشیاخ عبداللہ بن نمیر اور یعلی بن عبید طنافسی ہیں جو ثقہ ہیں۔

❁ سیدنا محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ

''ابوایوب انصاریؓ غزوۂ بدر میں شریک تھے پھر (رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) مسلمانوں کے جہاد میں اگر کسی ایک میں وہ پیچھے رہ جاتے تو دوسرے میں ضرور شریک ہوتے، سوائے ایک سال کے جب لشکر پر ایک نوجوان سپہ سالار بنادیا گیا تو وہ بیٹھ رہے۔ اس سال کے بعد وہ افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ پر گناہ نہ تھا جو مجھ پر عامل بنایا گیا تھا، مجھ پر گناہ نہ تھا جو مجھ پر عامل بنایا گیا تھا۔ مجھے پر گناہ نہ تھا جو مجھ پر عامل بنایا گیا تھا (یعنی ان کو اس کا انتہائی افسوس ہوا)۔ پھر وہ (قسطنطنیہ کی جنگ کے دوران) بیمار ہوگئے۔ لشکر پر (اس وقت) یزید بن معاویہ امیر تھا۔ وہ ان کے پاس ان کی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ کوئی حاجت ہوتو بیان کیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا: ہاں میری حاجت ہے کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے اونٹ پر سوار کرکے جہاں تک ممکن ہوسکے، دشمن کی زمین میں لے جانا اور جب (آگے مزید) گنجائش نہ پانا تو

www.KitaboSunnat.com

وہیں دفن کر دینا اور واپس آ جانا۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو اُنہیں سوار کیا گیا اور جہاں تک ممکن ہوسکا، اُنہیں دشمن کی زمین میں لے جایا گیا پھر اُنہیں وہاں دفن کیا گیا اور (لوگ) واپس آ گئے اور سیدنا ابوایوب انصاریؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے: ﴿انفروا خفافا وثقالاً﴾ یعنی ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو، چاہے تم ہلکے ہو یا بھاری۔'' میں اپنے آپ کو سبک بار پاتا ہوں یا گراں بار۔''

[الطبقات الکبریٰ از امام محمد بن سعد: ج۳/ص۳۶۹، مستدرک حاکم: ج۳/ص۴۵۹]

اس واقعہ کو حافظ ابن کثیرؒ نے بھی مسند احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

دیکھئے البدایۃ والنھایۃ: ج۸/ص۵۸،۵۹

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید بن معاویہ جس لشکر کے سالار تھے اور جس نے ان کی امارت میں قسطنطنیہ پرحملہ کیا تھا، اس میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ شریک تھے اور اسی لشکر میں اُنہوں نے وفات پائی تھی اور اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابو اَیوب انصاریؓ کی وفات ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں ہوئی ہے اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ یزید بن معاویہ کا یہ حملہ ۴۹ھ میں شروع ہوا تھا۔

◉ چنانچہ حافظ ابن کثیر ۴۹ھ کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:

''اسی سال یزید بن معاویہؓ نے بلادِ روم کے ساتھ جنگ کی حتیٰ کہ سادات صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن زبیر اور سیدنا ابوایوب انصاری شامل تھے، قسطنطنیہ پہنچ گیا۔'' آگے لکھتے ہیں: اور اسی میں سیدنا ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ اور بعض کا قول ہے کہ ان کی وفات اس غزوہ میں (اس سال) نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد ۵۱ھ یا ۵۲ھ یا ۵۳ھ کے غزوات میں ہوئی جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

[البدایۃ والنھایۃ: ج۸/ص۳۲]

◉ چودھویں صدی میں ناصبیوں کے امام جناب محمود احمد عباسی نے بھی لکھا ہے:

''چنانچہ ۴۹ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہادِ قسطنطنیہ کے لیے بری اور بحری حملوں کا انتظام کیا۔ بری فوج میں شامی عرب تھے خصوصاً بنی کلیب جو امیر یزید کا ننھالی قبیلہ تھا، ان کے علاوہ حجاز قریش غازیوں کا بھی دستہ تھا جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شامل تھی۔ اس فوج کا امیر

www.KitaboSunnat.com

اور سپہ سالار امیر المومنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔'' [خلافتِ معاویہ ویزید: ص۴۳]

◉ اور اسی قول کو محمود احمد عباسی صاحب کے لائق شاگرد جناب محمد عظیم الدین صدیقی نے اپنی کتاب 'حیاتِ سیدنا یزید' میں اختیار کیا ہے۔ [ص۶۷]

◉ امام خلیفہ بن خیاط اپنی تاریخ میں ۵۰ھ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اور اسی سن میں یزید بن معاویہؒ نے ارضِ روم میں جہاد کیا اور ان کے ساتھ سیدنا ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔'' [تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص۲۱۱]

◉ حافظ ابن کثیرؒ نے ۵۲ھ کا عنوان قائم کرکے اس کے ضمن میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ کی وفات کا ذکر کیا ہے اور ۵۲ھ کے قول کو سب سے زیادہ قوی قرار دیا ہے۔''

[البدایۃ والنہایۃ: ج۸/ص۵۹]

◉ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''اور یہ غزوۂ مذکور ۵۲ھ میں ہوا اور اسی غزوہ میں اَبو اَیوب انصاریؓ کی وفات ہوئی اور اُنہوں نے وصیت فرمائی کہ اُنہیں قسطنطنیہ کے دروازہ کے قریب دفن کیا جائے۔''

[فتح الباری: ۶/۱۰۳]

علماے کرام کے اَقوال میں تضاد و اِضطراب

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ، حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے ایک طرف یزید بن معاویہ کے لشکر کو اوّل جیش کا مصداق قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے لیکن پھر یہی علما یہ بات نقل کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کا یہ حملہ ۴۹ھ سے شروع ہوا تھا اور اس کی سب سے بڑی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے کہ جس میں سیدنا محمود بن الربیع کا یہ بیان موجود ہے کہ یزید بن معاویہ اس لشکر کے سالار تھے جس میں ابوایوب انصاری بھی شریک تھے اور اس میں اُنہوں نے وفات پائی تھی۔ [صحیح بخاری: ۱۱۸۶] اور ابوایوب انصاریؓ کی وفات ۵۲ھ میں ہوئی حالانکہ دیگر تاریخی حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر کئی حملے ہوچکے تھے جن کا ذکر احادیث اور تاریخ کی کتب میں موجود ہے اور ان کو آگے ذکر کیا جارہا ہے۔

اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ یہ حملہ نہ تو پہلا حملہ ہے اور نہ ہی ان کا لشکر 'اوّل جیش' کا

مصداق ہے۔ جن حضرات نے یزید بن معاویہؓ کے لشکر کو اوّل جیش کا مصداق قرار دیا ہے اُنہیں اس سلسلہ میں غلطی لگی ہے اور انہوں نے اس بات کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی اور نہ سنداً کوئی روایت بیان کی ہے بلکہ صرف یہی بات ذکر کرکے کہ یزید کے لشکر نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی تھی اور بس...... چنانچہ اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ قسطنطنیہ پر کتنے حملے کئے گئے اور ان حملوں میں سب سے پہلا حملہ کس نے کیا تھا۔

❶ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ سیدنا معاویہؓ نے کیا تھا

حافظ ابن کثیرؒ نے اگرچہ یزید بن معاویہؓ کے لشکر کو 'اوّل جیش' کا مصداق قرار دیا ہے لیکن وہ خود ہی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"اور ۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ نے بلادِ روم پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ وہ خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔" [البدایة والنهایة: ج ۷/ص ۱۵۹]

حافظ موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"کہتے ہیں کہ خلیج قسطنطنیہ کی جنگ سیدنا معاویہ کی امارت میں ۳۲ھ میں ہوئی اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔" [ایضاً: ج ۸/ص ۱۲۶]

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"یہ حملہ ۳۲ھ بمطابق ۶۵۲، ۶۵۳ھ میں ہوا تھا۔ [دیکھئے تاریخ طبری: ج ۴/ص ۳۰۴، العبر از ذہبی: ج ۱/ص ۲۴، المنتظم از ابن جوزی: ج ۵/ص ۱۹ طبع ۱۹۹۲ء، البدایة والنهایة: ج ۷/ ص ۱۵۹، ج ۸/ص ۱۲۶، تاریخ الاسلام از ذہبی وغیرہ]

اس وقت یزید کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔ [دیکھئے تقریب التهذیب وغیرہ] صرف اس ایک دلیل سے ہی روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ 'اوّل جیش' والی حدیثِ مبارکہ کو یزید پر فٹ کرنا صحیح نہیں ہے۔" [ماہنامہ 'الحدیث' حضرو: شمارہ ۶/ص ۹؛ مقالات ج ۱/ص ۳۱۱]

موصوف دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"یہ حملہ قسطنطنیہ پر مضیق القسطنطینیة کی طرف سے ہوا تھا، یہ مقام اس شہر سے قریب ہے۔"

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"فيها كانت وقعة المضيق بالقرب من قسطنطينية وأميرها معاوية"

www.KitaboSunnat.com

[تاریخ اسلام از ذہبی، عہد خلفاے راشدین: ص۳۷۱]

''اس سن میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر معاویہؓ تھے۔ لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔ معاویہؓ نے یہ حملہ عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں کیا تھا۔''

❷ سیدنا معاویہؓ کا قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ

قسطنطنیہ پر دوسرا حملہ سیدنا معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کیا تھا جس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدالله بن صالح حدثني معاوية عن عبدالرحمن بن جبير بن نفير عن أبيه عن أبي ثعلبة الخشني قال سمعته في خلافة معاوية بالقسطنطينية وكان معاوية غزا الناس بالقسطنطينية إن الله لا يعجز هذه الأمة من نصف يوم

[التاریخ الصغیر: ص۵۶ طبع سانگلہ ہل پاکستان؛ طبع دوم ۱/۱۲۳، التاریخ الکبیر: ج۱ ص۲۴۸ ق۲، ج۱]

''سیدنا ابوثعلبہ خشنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے معاویہؓ کو ان کے دورِ خلافت میں قسطنطنیہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا جبکہ وہ لوگوں کو قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لیے روانہ کر رہے تھے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا۔''

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے کیونکہ اسے روایت کرنے والے سیدنا ابوثعلبہ خشنی مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں اور ان سے ان کے شاگرد سیدنا جبیر بن نفیر ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں اور صحاحِ ستہ میں سے امام بخاریؒ کے علاوہ سب نے ان سے حدیث روایت کی ہے اور امام بخاریؒ نے بھی الادب المفرد، التاریخ الصغیر اور التاریخ الکبیر میں ان سے حدیث روایت کی ہے۔ جبیر سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن جبیر اس روایت کو بیان کرتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں اور ان محدثین نے ان سے حدیث روایت کی ہے کہ جنہوں نے ان کے والدِ محترم سے حدیث لی ہے۔ عبدالرحمٰن کے شاگرد معاویہ بن صالح ہیں جو صدوق ہیں اور اُنہیں اَوہام بھی ہوئے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ دیگر صحاحِ ستہ والوں نے ان کی حدیث روایت کی ہے۔ گویا یہ تینوں راویان صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ معاویہ سے اس روایت کو نقل کرنے والے عبداللہ بن صالح ہیں جن کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''وہ صدوق ہیں، بہت غلطیاں کرنے والے ہیں لیکن جب وہ کتاب سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت مضبوط ہوتی ہے اور ان میں کچھ فضیلت پائی جاتی ہے۔ (تقریب) لیکن عبداللہ بن صالح اس روایت کو بیان کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مسند احمد میں لیث بن سعد نے ان کی متابعت کر رکھی ہے اور لیث ثقہ، ثبت، فقیہ اور مشہور امام ہیں اور صحاحِ ستہ کے راوی ہیں لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔''

مسند احمد کی متابعت والی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عبد الرحمٰن بن جبير عن أبيه قال سمعت أبا ثعلبة الخشني صاحب رسول الله ﷺ أنه سمعه يقول وهو بالفسطاط في خلافة معاوية وكان معاوية أغزى الناس القسطنطينية فقال: والله لا تعجز هذه الأمة من نصف يوم إذا رأيت الشام مائدة رجل واحد وأهل بيته فعند ذلك فَتْحُ القسطنطينية"

''سیدنا جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا ابوثعلبہ خشنی کو اس وقت فرماتے سنا جب کہ وہ خیمہ میں تھے اور یہ معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا اور سیدنا معاویہ اس وقت لوگوں کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے لیے روانہ فرما رہے تھے پس اُنہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس اُمت کو آدھے دن کے بقدر بھی عاجز نہیں کرے گا اور جب تو شام میں ایک شخص اور اس کے گھر والوں کے لیے ایک دستر خوان دیکھے تو اس وقت قسطنطنیہ فتح ہوگا۔'' [مسند احمد: ج۴/ص۱۹۳، وقال شیخ شعیب ارناوط: اسنادہ علیٰ شرط مسلم؛ مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۹/۲۶۹، ح۱۷۷۳۴، وقال ہیثمی: رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح؛ مجمع الزوائد: ۶/۲۱۹]

اس حدیث میں یہ الفاظ «واللہ لاتعجز هذه الأمة من نصف يوم» مرفوعاً بھی ثابت ہیں۔ [دیکھئے سنن ابوداؤد: ۴۳۴۹، مستدرک حاکم: ۴/۴۲۴ علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی والطبرانی فی الکبیر: ۲۲/۵۷۲، ۵۷۶ وفی الشامیین: ۲۰۲۹]

سیدنا معاویہؓ نے رومیوں کی سرزمین پر سولہ حملے کیے تھے۔ [البدایہ: ۸/۱۳۳] اور ان میں سے جس جس حملہ کی بھی کچھ تفصیلات ملی ہیں، اسے بیان کیا جارہا ہے نیز اس سلسلہ میں مزید کوشش کی جائے اور مطالعہ کیا جائے تو بہت سے حقائق سامنے آسکتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

③ سیدنا معاویہ کا قسطنطنیہ پر تیسرا حملہ

سیدنا معاویہؓ کے قسطنطنیہ پر ایک اور حملہ کی نشاندہی سیدنا عبداللہ بن عباس کی اس روایت سے ہوتی ہے۔عبداللہ بن عباس سیدنا ابوایوب انصاری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن أبا أيوب خالد بن زيد الذي كان رسول الله ﷺ نزل في داره، غزا أرض الروم فمرَّ على معاوية فجفاه معاوية ثم رجع من غزوته فجفاه ولم يرفع به رأسًا قال أبو أيوب: إن رسول الله ﷺ أنبأنا: إنا سنرٰى بعده إثرة. قال معاوية: فما أمركم؟ فقال: أمرنا أن نصبر. قال: فاصبروا

[مستدرک حاکم:۳/۴۶۲، وقال الحاکم والذہبی: صحیح؛ المعجم الکبیر للطبرانی:۴/۱۲۵، ج:۳۸۷۶]

''بے شک ابوایوب انصاری خالد بن زید وہ ہیں کہ جن کے ہاں ان کے گھر پر رسول اللہ ﷺ اُترے تھے (اور اُنہوں نے نبی ﷺ کی کئی دن تک میزبانی فرمائی تھی)۔ اُنہوں نے ارضِ روم میں جنگ کی۔ پس معاویہ ان پر گزرے اور معاویہ نے ان سے بے رخی برتی پھر وہ اس غزوہ سے واپس آ گئے تو پھر بھی معاویہ نے ان سے بے رخی برتی اور ان کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ سیدنا ابوایوب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ ہم آپؐ کے بعد حق تلفی دیکھیں گے یعنی ہم (انصار) کو نظر انداز کیا جائے گا۔ معاویہؓ نے کہا کہ ایسی صورت میں تمہیں کیا حکم دیا گیا ہے؟ کہا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صبر کریں تو اُنہوں نے کہا کہ بس پھر صبر کرو۔''

اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاری، سیدنا معاویہ کے ساتھ بھی قسطنطنیہ کے جہاد میں شریک ہوئے تھے اور پھر اس جہاد میں حصہ لے کر وہ معاویہ کے ساتھ واپس بھی آگئے۔ سیدنا ابوثعلبہ خشنی اور عبداللہ بن عباس دونوں کی روایات کو الگ الگ واقعات مانا جائے تو خلیج قسطنطنیہ کو ملا کر یہ تین حملے بنتے ہیں جو معاویہ کے زیر امارت قسطنطنیہ پر کئے گئے تھے کیونکہ بقول حافظ ابن کثیرؒ: معاویہؓ نے ارضِ روم پر سولہ مرتبہ لشکر کشی کی تھی جیسا کہ پیچھے باحوالہ گزر چکا ہے۔

④ قسطنطنیہ پر چوتھا حملہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کے زیر امارت ہوا

سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید اپنے باپ خالدؓ بن ولید کی طرح انتہائی شجاع تھے۔

www.KitaboSunnat.com

اُنہیں بعض محدثین نے صغار صحابہ میں بھی شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے الإصابة في تمييز الصحابة میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کردی ہے کہ

أخرج ابن عساكر من طرق كثيرة أنه كان يؤمر على غزو الروم أيام معاوية

''حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ جناب معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں ان کو رومیوں سے جو جنگیں لڑی جاتی تھیں، ان میں امیر بنایا جاتا تھا۔'' [الاصابہ:۳/۶۸]

امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تاریخ میں ۴۴ھ اور ۴۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ۴۴ھ اور ۴۶ھ کے واقعات کے ذیل میں بلادِ روم میں ان کی زیر امارت رومیوں سے مسلمانوں کے سرمائی جہاد کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ ۴۶ھ میں بلادِ روم ہی میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کردیا گیا تھا۔ عبدالرحمن بن خالدؓ اپنے غزوات و جہاد کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں بڑے محبوب و بااثر تھے۔ [البدایہ والنہایہ:۸/۳۱]

اس سلسلہ کی بعض احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن أسلم أبي عمران قال: غزونا من المدينة نُريد القسطنطينية وعلى الجماعة عبدالرحمٰن بن خالد بن الوليد والروم مُلصقو ظُهُورهم بحائط المدينة فحمل رجل على العدوّ فقال الناس: مه مه لا إله إلا الله يلقي بيديه إلى التهلكة. فقال أبو أيوب: إنما نزلت هذه الآية فينا معشر الأنصار لما نصر الله نبيَّه وأظهر الإسلام قلنا هلمَّ نقيم في أموالنا ونُصْلِحُهَا فأنزل الله ﴿وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ﴾ فالإلقاء بالأيدي إلى التهلكة أن نقيم في أموالنا ونصلحها وندع الجهاد. قال أبو عمران: فلم يزل أبو أيوب يجاهد في سبيل الله حتى دفن بالقسطنطينية [سنن ابوداود: کتاب الجہاد: باب فی قولہ عزوجل ولاتلقوا بایدیکم]

''سیدنا اسلم ابوعمران کا بیان ہے کہ ہم مدینہ سے جہاد کے لیے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت امیر جیش سیدنا عبدالرحمٰن بن خالدبن الولید تھے۔ رومی فوج شہر پناہ سے پشت لگائے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھی۔ اسی اثنا میں (مسلمانوں کی صف میں سے نکل کر) ایک شخص نے دشمن (کی فوج) پر حملہ کردیا۔ لوگ کہتے رہے: ''رکو، رکو، لا الہ الا اللہ یہ شخص تو خود

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔'' یہ سن کر سیدنا اَبوایوب اَنصاری نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں اتری ہے۔ (واقعہ یہ ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رہ کر اپنے اَموال کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتِ شریفہ نازل فرمائی: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرۃ:١٩٥] ''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' لہٰذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر ہمارا اپنے اَموال کی خبر گیری اور اس کی اصلاح کے خیال سے اپنے گھروں میں بیٹھ رہنا تھا۔ سیدنا ابوعمران کہتے ہیں کہ سیدنا ابوایوب مسلسل اللہ کی راہ میں جہاد ہی کرتے رہے تاآنکہ وہ دفن بھی قسطنطنیہ میں ہوئے۔''

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''سنن ابوداود والی روایت بالکل صحیح اور محفوظ ہے جس کی سند مع متن یہ ہے: ابن وهب عن حيوة بن شريح عن يزيد بن أبي حبيب عن أسلم أبي عمران قال: غزونا من المدينة نريد القسطنطينية وعلى الجماعة عبد الرحمٰن بن خالد بن الوليد...... الخ"

''**اسلم ابوعمران** سنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی کے راوی اور ثقہ تھے۔ [تقریب التہذیب: ص١٣٥] **یزید بن ابی حبیب** کتبِ ستہ کے راوی اور ''ثقة فقيه وكان يرسل'' ہیں۔ [ایضاً ص١٠٧٣] وکان یُرسل کوئی جرح نہیں ہے۔ **حیوہ بن شریح** صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ تھے۔ [ایضاً ص٢٧٢ بہ تحقیق شیخ ابوالاشبال شاغف]

عبد اللہ بن وهب کتبِ ستہ کے بنیادی راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ [تقریب التهذيب: ص٥٥٦] صحیح بخاری میں ان کی تقریباً ایک سوتیس روایات موجود ہیں۔ آپ اُصولِ حدیث کی ایک قسم الرواية بالإجازة کے قائل تھے جو کہ ایک مستقل فقہی موقف ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ روایت بالاجازۃ جائز ہے۔ دیکھئے مقدمة ابن الصلاح وغیرہ

ابن سعد نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے جو کہ (اس روایت میں) کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس روایت میں ابن وہب نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

④ ابن وہب کی سند کی متابعت بھی موجود ہے۔ حافظ ابن عساکرؒ نے کہا:

أخبرنا أبو محمّد بن الأكفاني بقرأتي عليه قال: ثنا عبدالعزيز بن أحمد: أنبأ أبو محمد بن أبي نصر: أنا أبو القاسم بن أبي العقب: أنا أحمد بن إبراهيم القرشي ثنا ابن عائذ: ثنا الوليد: ثنا عبد الله بن لهيعة والليث بن سعد عن يزيد عن أبي عمران التجيبي قال: غزونا القسطنطينية وعلى أهل مصر عقبة بن عامر الجهني وعلى الجماعة عبدالرحمٰن بن خالد بن الوليد [تاریخ دمشق مصور: ج۹ ص۹۲۹]

اس سند میں لیث بن سعد کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور "ثقة ثبت فقيه إمام مشهور" ہیں۔ [تقریب التہذیب: ص۸۱۷]

لیث بن سعد نے ابن وہب کے اُستاد حیوہ بن شریح کی 'متابعتِ تامہ' کر رکھی ہے۔ والحمدللہ

⑤ حافظ ابن حجر کی تحقیق بھی یہ ہے کہ ابنِ وہب مدلس نہیں تھے۔ [دیکھئے النکت علیٰ ابن الصلاح: ج۲ ص۶۳۷]

نوٹ: راجح یہی ہے کہ عبداللہ بن وہبؒ ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داؤد کی اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ اسی وجہ سے امام حاکم اور ذہبی نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اگر شرط سے مراد یہ لیا جائے کہ اس سند کے تمام راوی بخاری و مسلم کے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ بات وہم ہے کیونکہ اسلم صحیح بخاری یا مسلم کے راوی نہیں ہیں اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راویوں کی طرح ثقہ ہیں، سند متصل ہے اور شاذ یا معلول نہیں تو یہ بات بالکل صحیح ہے۔ مستدرک کے مطالعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام حاکم صحیح بخاری و مسلم کے راویوں یا ان جیسے ثقہ راویوں کی غیر معلول روایت کو صحيح علىٰ شرط الشيخين أو على أحدهما کہہ دیتے ہیں اور حافظ ذہبی ان کی موافقت کرتے ہیں جیسا کہ حاکم فرماتے ہیں: "وأنا أستعين الله علىٰ إخراج أحاديث رواتها ثقات قد احتج بمثلها الشيخان رضي الله عنهما أو أحدهما" [المستدرك: ج۱ ص۳] یعنی "میں اللہ کی مدد مانگتا ہوں ان احادیث کی روایت کے لیے جن کے راوی ثقہ ہیں۔ بخاری و مسلم یا صرف بخاری یا صرف مسلم نے ان راویوں

جیسے راویوں سے حجت پکڑی ہے۔'' اس عبارت سے بھی دوسری بات کی تائید ہوتی ہے اور یہی راجح ہے۔ لہٰذا علیٰ شرط الشیخین وغیرہ عبارات سے بعض محققین عصر کا حاکم و ذہبی کے بارے میں پروپیگنڈہ کرنا صحیح نہیں ہے، مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ

یاد رہے کہ اَوہام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اِس لشکر کے اُمرا کون کون تھے؟

سنن ابو داود کی اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اس لشکر میں مصریوں کے امیر سیدنا عقبہ بن عامر اور شامیوں کے امیر سیدنا فضالہ بن عبید تھے جبکہ پورے لشکر کے امیر سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے۔ حیوہ بن شریح کے سارے شاگرد اہل مصر کا امیر عقبہ بن عامر کو قرار دیتے ہیں اور یہی بات لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کی روایت عن یزید بن ابی حبیب میں ہے۔ کما تقدّم لہٰذا یہ بات اِجماعی واتفاقی ہے۔

حیوہ کے دونوں شاگرد عبداللہ بن یزید المقریٔ☆ اور عبداللہ بن المبارک بالاتفاق یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل شام کے امیر فضالہ بن عبید تھے۔ یہی بات لیث بن سعد و ابن لہیعہ کی روایت میں ہے۔ لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کی روایت میں بھی اہل شام کا امیر فضالہ بن عبید کو قرار دیا گیا ہے۔

البتہ ضحاک بن مخلد کے شاگردوں میں اس بابت اختلاف ہے۔ عبد بن حمید کی روایت میں: وعلی الجماعة فضالة بن عبید کے الفاظ ہیں۔ (سنن ترمذی) جبکہ عمرو بن ضحاک اور عبید اللہ بن سعید کی روایتوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ضحاک بن مخلد کی روایت ابن المبارک وغیرہ کی مخالفت اور اپنے شاگردوں کے اختلاف کی وجہ سے شاذ ومردود ہے۔

اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ قسطنطنیہ پر بہت سے حملے ہوئے ہیں۔ بعض

☆ اس سند پر ایک بحث ہفت روزہ اہل حدیث ج ۲۹، شمارہ نمبر ۱۹، ص ۱۰ کے شمارہ میں شائع ہوچکی ہے جس میں ابوعبدالرحمٰن المقری پر جرح کی گئی ہے۔ صاحبِ مضمون پروفیسر محمد شریف کا ابوعبدالرحمٰن المقریٔ پر جرح کرنا شیخ الاسلام ابن المبارک کی متابعت [السنن الکبریٰ للنسائي ج ۶ /ص ۲۹۹ ح ۱۱۰۲۹، وتفسیر النسائي ج ۱/ص ۲۳۸، ح ۴۹] کی وجہ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ المقریٔ کے دفاع کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

میں امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے، بعض میں فضالہ بن عبید اور بعض میں یزید بن معاویہ اور بعض میں کوئی اور؛ لہٰذا جامع ترمذی کی روایت سے بھی پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قسطنطنیہ پر صرف اور صرف ایک ہی حملہ ہوا ہے اور اس حملہ میں یزید بھی موجود تھا۔ یاد رہے کہ سنن ابو داؤد کی ایک دوسری روایت [کتاب الجہاد، باب ۱۲۹ فی قتل الاسیر بالنبل حدیث: ۲۶۸۷] سے بھی عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید اور سیدنا ابوایوب کا مل کر جہاد کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

☜ سنن ترمذی کی روایت میں وعلی الجماعة فضالة بن عبید کے جو اَلفاظ آئے ہیں، ان کا وہم ہونا کئی وجوہ سے ثابت ہے:

① حیوہ بن شریح کے تمام شاگرد وعلی أهل الشام فضالة بن عبید کے الفاظ روایت کررہے ہیں۔

② یہ الفاظ سنن ترمذی کے علاوہ دوسری کسی کتاب میں نہیں ہیں۔

③ محققین☆ نے ترمذی کی روایت کے وہم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

[☆ محققین سے مراد سید حلیمی اور صبری شافعی ہیں۔ یہ وہی محققین ہیں جن کا حوالہ پروفیسر محمد شریف نے دیا ہے۔ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور: ج۲۹/شمارہ ۱۹، ص۱۰ کالم نمبر ۱ اور آگے جاکر اسی صفحہ پر کالم نمبر۲ پر لکھتے ہیں: ''حافظ زبیر صاحب نے جو تفسیر نسائی کے حاشیہ کا حوالہ دیا، یہ ایک مبہم حوالہ ہے، محشی کون ہے؟ اس نے یہ الفاظ کہاں سے لئے؟'' سبحان اللہ!

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

"فظهر بهذه الروايات أن عبدالرحمٰن بن خالد كان أميرًا على الجميع"

[بذل المجهود: ج۱۱/ص۴۳۵]

یعنی ''ان روایات سے ظاہر ہوا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد تمام لشکر پر امیر تھے۔''

تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر کئی حملے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ نے رومیوں کی زمین پر سولہ مرتبہ فوج کشی کی۔ [البدایہ: ج۸/ص۱۳۳] ایک لشکر سردیوں (شواتی) میں اور دوسرا گرمیوں (صوائف) میں حملہ آور ہوتا۔ [ایضاً: ص۱۲۷]

www.KitaboSunnat.com

دیگر کتبِ حدیث میں عبد الرحمٰن بن خالد کی زیر امارت حملہ قسطنطنیہ کا تذکرہ

بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سنن ابو داؤد کے علاوہ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کے تمام لشکر پر سپہ سالار ہونے کا ثبوت کسی بھی دوسری کتاب میں نہیں ملتا۔اس کا جواب دیتے ہوئے اُستاذ موصوف فرماتے ہیں کہ ''درج ذیل کتابوں میں بھی صحیح سند کے ساتھ اس حملہ آور فوج کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید ہی مذکور ہے:

① جامع البیان فی تفسیر القرآن، المعروف بہ تفسیر طبری [ج ۲/ص ۱۱۸، ۱۱۹]

② تفسیر ابن ابی حاتم الرازی [ج ۱/ص ۳۳۰، ۳۳۱]

③ احکام القرآن از جصاص [ج ۱/ص ۳۲۶، ۳۲۷]

④ مستدرک حاکم [ج ۲/ص ۸۴، ۸۵] اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔'' [مقالاتِ حافظ زبیر علی زئی: ص ۳۰۷ تا ۳۱۱]

مستدرک حاکم کی روایت جو اسی سند سے ذکر ہوئی ہے، اس میں وضاحت ہے کہ اہل مصر کے امیر عقبہ بن عامر جہنی اور اہل شام کے امیر فضالہ بن عبید انصاری تھے جس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین کی کثیر تعداد جہادِ قسطنطنیہ میں شریک تھی اور یہ حملے یزید بن معاویہ کے حملے سے بہت پہلے کئے گئے تھے۔ فضالہ بن عبید انصاری کی ایک روایت صحیح مسلم [رقم: ۹۶۸] میں بھی ہے جس میں ان کی ارضِ روم کے جزیرہ رُودس میں جہادی مہم کا ذکر موجود ہے جس سے فضالہ کے ۵۱ ہجری میں شام پر امیر ہونے کی مزید تصریح ہوتی ہے اور فضالہ کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی۔

سنن ابو داود کی دوسری حدیث

ایسے ہی سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت سے بھی ثابت ہے کہ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؓ کے ساتھ ابوایوب انصاریؓ اس غزوہ میں شریک تھے اور عبدالرحمٰن پوری جماعت پر امیر تھے۔ پوری حدیث کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

عن ابن تِعْلی قال: غزونا مع عبد الرحمٰن بن خالد بن الولید فأتي بأربعة أعلاج من العدو فأمر بهم بهم فقتلوا صبرًا . قال أبو داود قال لنا غیر

سعيد عن ابن وهب في هذا الحديث قال بالنبل صبرا فبلغ ذلك أبا أيوب الأنصاري فقال سمعت رسول الله ﷺ ينهىٰ عن قتل الصبر . . . الحديث [سنن ابوداوٗد: کتاب الجہاد: باب ۱۲۹، فی قتل الاسیر بالنبل:۲۶۸۷]

''سیدنا عبید بن تعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کے ساتھ جہاد میں شریک تھے۔ (اسی مہم میں) ان کے سامنے دشمن کے چار شخص پیش کئے گئے جن کے قتل کرنے کا اُنہوں نے حکم دیا اور تعمیل حکم میں ان کو باندھ کر قتل کر دیا گیا۔''

امام ابوداوٗد فرماتے ہیں کہ ''ہم سے ہمارے استاذ امام سعید بن منصور کے علاوہ ایک دوسرے صاحب نے ابن وہب سے اس حدیث کو یوں نقل کیا کہ ان چاروں کو باندھ کر تیروں کا ہدف بنایا۔ جب اس بات کی خبر سیدنا ابوایوب انصاری کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اُنہوں نے اس طرح ہاتھ باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بس قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر کوئی مرغی بھی ہو تو میں اس کا باندھ کر نشانہ نہ لوں۔ جب یہ بات سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کو پہنچی تو انہوں نے اس کے کفارے میں چار غلام آزاد کئے۔''

یہ حدیث سنن ابوداوٗد کے علاوہ سنن سعید بن منصور ۲۶۶۷، مسند احمد: ۴۲۲/۵، طبرانی: ۴/ ۴۰۰۲/۵۹، السنن الکبریٰ: ۷۱/۹، الدارمی: ۱۹۷/۴، صحیح ابن حبان: ۴۵۰/۸، ۵۵۸۰۱، الطحاوی: ۱۸۲/۳، والشاشی: ۱۱۶۰۔۱۱۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸/۵ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الموسوعة الحديثية مسند احمد: ۵۶۱/۳۸، امام ابوداوٗد نے دوسرے اُستاد سے جو کچھ روایت کیا ہے، یہی کچھ امام سعید بن منصور بھی بیان کرتے ہیں۔ [السنن سعید بن منصور: ۲۶۶۷]

سنن ابوداوٗد کی مذکورہ بالا حدیث کی سند ملاحظہ فرمائیں: حدثنا سعيد بن منصور قال حدثنا عبد الله بن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن بكير بن عبد الله بن الأشج عن ابن تِعْلىٰ نیز دیکھئے: سنن سعید بن منصور

امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو شریح بن نعمان کے واسطے سے ابن وہب سے اس طرح بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے والے عبید بن تعلیٰ طائی فلسطینی ہیں اور ان کے

متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ وہ صدوق من الثالثہ ہیں۔ [التقریب:۷۹۰۶] اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: امام نسائی نے اُنہیں ثقہ کہا اور ابن حبان نے اُنہیں الثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن مدینیؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جس نے اس سند میں سے بکیر کے والد کا واسطہ گرایا ہے، وہ محمد بن اسحٰق ہیں اور یہ روایت منقطع ہے اور کہا کہ یہ اسناد حسن ہے سوائے اس کے کہ عبید بن تعلیٰ نے احادیث کی سماعت نہیں کر رکھی ہے اور ان کی روایت کو بکیر بن اشج کی ان سے روایت نے مضبوط کر دیا کہ وہ صاحبِ حدیث ہیں اور ہم اس سے ابوایوب انصاری کی اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث نہیں جانتے اور عبدالحمید بن جعفر نے اس روایت کو سند سے بیان کیا ہے اور اسے عمدہ قرار دیا۔ [التهذیب:۶۱/۷]

محدثین نے اس حدیث کو دوسندوں سے بیان کیا ہے: ایک سند میں بکیر بن اشج اور ابن تعلیٰ کے درمیان عن أبيه کا واسطہ ہے اور دوسری سندوں میں یہ واسطہ نہیں ہے۔ امام سعید بن منصور، امام احمد بن حنبل اور ابن حبان وغیرہ۔ ابن وہب کے واسطے سے عن ابیہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ نیز امام محمد بن اسحٰق نے اس روایت کو دونوں طرح سے روایت کیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت عن بکیر عن ابن تعلیٰ بھی درست ہے کیونکہ بکیر بعض صحابہ کرام سے بھی حدیث کے راوی ہیں لہٰذا ابن تعلیٰ سے ان کا سماع ناممکن نہیں ہے بلکہ اُنہوں نے ابن تعلیٰ سے اس حدیث کا سماع کیا ہے چنانچہ ابن حبان میں یہ الفاظ موجود ہیں: عن بكير بن الأشج عن عبيد بن تعلى سمعه يقول سمعت أبا أيوب الأنصاري [۵۵۸۰]

جس سے ثابت ہوا کہ یہ سند صحیح و متصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ شعیب ارناؤط نے صحیح ابن حبان کی تحقیق میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ دوسرے محدثین بھی اسے بغیر واسطے کے روایت کرتے ہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع نہیں ہے۔

اس وضاحت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

① قسطنطنیہ پر ان حملوں کے دوران پوری جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید امیر تھے اور اہل شام پر فضالہ بن عبید اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر جہنی امیر تھے۔

www.KitaboSunnat.com

④ شروع کے حملوں یا اوّل جیش میں یزید بن معاویہ شامل نہ تھے کیونکہ یہ واقعات ۴۴ھ، ۴۵ھ اور ۴۶ھ کے دوران پیش آئے تھے اور یہ حملے یزید بن معاویہ کے ۴۹ھ کے حملے سے پہلے ہوئے تھے کیونکہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید ۴۶ھ میں شہید ہوگئے تھے اور اس غزوہ میں بھی سیدنا اَبوایوب انصاری، سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد کے ساتھ شریک تھے جیسا کہ وہ سیدنا معاویہؓ کے ساتھ ان کی بے رخی کے باوجود شریک ہوئے تھے اور پھر وہ آخری معرکہ میں یزید بن معاویہؓ کے ساتھ بھی شریک ہوئے اور پھر اسی حملہ کے دوران بیمار ہوکر اُنہوں نے وفات پائی تھی، جس کی تفصیل اوپر بیان ہوچکی ہے۔

⑤ قسطنطنیہ پر پانچواں حملہ (زیرامارت: سفیان بن عوف)

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"یزید بن معاویہؓ کے آخری حملہ سے پہلے قسطنطنیہ پر سابقہ حملوں کے علاوہ ایک اور حملہ بھی ہوا ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

واستعمل معاوية سفيانَ بن عوف على الصوائف وكان يعظّمه

''اور معاویہؓ نے سفیان بن عوف کو قسطنطنیہ پر صیفی (موسم گرما کے) حملوں میں امیر بنایا اور آپ ان کی تعظیم کرتے تھے۔'' [الإصابة: ج۲/ص۵۶]

محمد خضری کی محاضرات الأمم الإسلامية میں ہے کہ

"وفي ٤٨هـ جهَّز معاوية جيشًا عظيمًا الفتح قسطنطينية وكان على الجيش سفيان بن عوف" [ج۲/ص۱۱۴]

''اور ۴۸ھ میں معاویہؓ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لیے ایک عظیم لشکر بھیجا جس کے امیر سیدنا سفیان بن عوف تھے۔''

⑥ قسطنطنیہ پر آخری حملہ

سیدنا معاویہؓ کے دورِ حکومت میں قسطنطنیہ پر جو آخری حملہ ہوا تھا، اس لشکر کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس لشکر میں سیدنا اَبوایوب انصاری بھی شامل تھے جو اسی جہاد کے دوران وفات پاگئے تھے اور اُنہیں قسطنطنیہ کے دروازہ کے قریب دفن کیا

www.KitaboSunnat.com

گیا تھا اور اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔صحیح بخاری میں سیدنا محمود بن الربیع کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں نے (نفل نماز کی جماعت والی یہ) حدیث ایک ایسی قوم کے سامنے بیان کی کہ جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی (اور میزبان) سیدنا ابوایوب انصاری بھی تھے اور اُنہوں نے اسی غزوہ کے دوران وفات پائی اور یزید بن معاویہ اس لشکر پر سالار تھے۔''

[صحیح بخاری:١١٨٦]

''معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر جو لشکر کشی کی تھی، ان میں ایک لشکر سردیوں میں (شواتی) اور دوسرا گرمیوں میں (صوائف) حملہ آور ہوتا تھا۔ [البدایہ:١٢٧/٨] ان لشکروں میں الصائفة (اپریل ٦٧٢ء تا ستمبر ٦٧٢ء) کا سالار یزید تھا۔ [دیکھئے خلافتِ معاویہ و یزید: ص ٤٣٥] اور عام کتبِ تاریخ'' [ماہنامہ الحدیث، حضرو: شمارہ نمبر ٦، ص ٩]

پاک و ہند میں یزید کے جنتی ہونے کا نظریہ کس نے پیش کیا؟

یزید بن معاویہ کے جنتی ہونے کا نظریہ پاک و ہند میں سب سے پہلے محمود احمد عباسی نے پیش کیا۔ یہ شخص کٹر ناصبی عقائد کا حامل تھا اور اس نے اپنی کتاب 'خلافتِ معاویہ و یزید' اس زمانے میں تحریر کی کہ جب وہ چینی سفارتخانہ میں ملازم تھا۔ میں بھی جب اس کی اس تحقیق جدید سے متاثر ہوا تھا تو اس سے ملاقات کے لیے اس کے گھر گیا اور میں نے دورانِ گفتگو اس سے کہا کہ آپ نے سیدنا حسینؓ کے سر کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے متعلق تمام روایات وضع ہیں جبکہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حسینؓ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ عباسی صاحب نے کہا: ''ہاں! بخاری گدھے نے یہ بات لکھی ہے۔'' (معاذ اللہ)

میں نے جب اُس سے امام بخاریؒ کے متعلق یہ گستاخی سنی تو مجھے سخت صدمہ پہنچا اور عباسی صاحب کی عقیدت کا سارا نشہ اسی وقت اُتر گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے تحقیق کی توفیق عنایت فرمائی۔ وللہ الحمد

دراصل محمود احمد عباسی نے یہ سب کچھ تحقیق کے نام سے پیش کیا تھا جس سے عام تعلیم یافتہ طبقہ کافی متاثر ہوا اور بعض علماء کرام بھی ان کی تحقیق سے متاثر ہو کر ان کے دامن گرفتہ ہو گئے اور پھر ان کی تحقیق ایسی بلند ہوئی کہ انہوں نے صحیح بخاری پر بھی ہاتھ صاف کر دیا جیسا کہ

جناب حبیب الرحمٰن کاندھلوی نے 'مذہبی داستانیں' لکھیں اور جناب محمد عظیم الدین صدیق صاحب نے اپنی کتاب 'حیاتِ سیدنا یزید' میں یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان حضرات نے اپنی کتب میں سیدنا علیؓ اور خاندانِ اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے بغض و عداوت کا کھل کر اِظہار کرکے اپنے چھپے ہوئے گندے ناصبی عقیدہ کو بھی ظاہر کیا۔ ایک طرف یہ سیدنا علیؓ کی خامیاں نکالتے ہیں اور دوسری طرف یزید کو 'سیدنا' یزید اور 'رحمتہ اللہ علیہ' لکھتے ہیں۔

ان حضرات نے صحیح بخاری کی 'اوّل جیش' والی روایت کو بنیاد بنا کر یزید کو پہلے جنتی ثابت کیا اور پھر اس کے سیاہ کارناموں مثلاً قتل حسین، واقعہ حرہ اور خانہ کعبہ پر حملہ وغیرہ کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، حالانکہ یزید بن معاویہ کے عہدِ خلافت میں سیدنا حسینؓ اور ان کے خاندان کا قتل ایک زبردست المیہ ہے اور جس سے وہ عہدہ برا قرار نہیں دیئے جاسکتے اور پھر مدینہ منورہ پر شامی فوج کا حملہ اور مدینہ طیبہ کو تاخت وتاراج کرنا صحابہ کرامؓ اور تابعین کا قتل عام اور مدینہ والوں کو خوفزدہ کرنا جس کے متعلق بہت سی احادیثِ صحیحہ موجود ہیں جن میں اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔ اسی طرح حرم شریف اور خانہ کعبہ پر حملہ وغیرہ؛ یہ خلافتِ یزید کے وہ سیاہ کارنامے ہیں کہ جنہیں آج تک اُمتِ مسلمہ فراموش نہیں کرسکی اور ان میں حصہ لینے والوں میں سے اگر کسی نے حدیث بھی بیان کی ہے تو اس کی حدیث کو اس کے اس سیاہ کارنامہ کی وجہ سے ردّ کردیا جاتا ہے اور جس کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی۔

www.KitaboSunnat.com

تعارف و تبصرہ

ڈاکٹر تاج الدین الازہری☆

''مسئلہ تقدیر؛ کتاب وسنت کی روشنی میں''

مصنف: محمد فتح اللہ گولن ◉ مترجم: محمد خالد سیف ◉ صفحات: ۱۶۲

شائع کردہ: ہارمونی پبلی کیشنز، اسلام آباد ◉ سالِ اشاعت: ۲۰۰۹ء

تقدیر پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اسلام کے ارکانِ خمسہ کے طرح ایمانیات میں چھ چیزیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے پر ایمان لانا شامل ہے۔ اس چھٹی شے تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ دیگر پانچ ارکان کے بغیر تقدیر پر ایمان کا پورا ہونا ممکن نہیں، ایسے ہی تقدیر کے بغیر باقی چیزوں پر ایمان کو بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔

مسئلہ تقدیر کو اسلام کے ابتدائی ایام ہی سے بڑے مشکل مسائل میں شمار کیا جاتا ہے جن میں ہر لحہ قدم پھسلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے اس کے بنیادی اُصولوں کو آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں اجمالی طور پر بیان کیا ہے اور اس کے متفرق اور عمیق پہلوؤں سے بحث نہیں کی تاکہ عوام الناس کو اس مسئلہ کی دقیق تفاصیل کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اس طرح گمراہ ہونے سے بچایا جاسکے جن سے وہ آشنا ہی نہیں۔ تقدیر کے مسائل کی اسی نزاکت کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اپنے شاگردوں کو ان میں بحث و مباحثہ سے منع فرماتے تھے اور آپ سے جب پوچھا جاتا کہ آپ اس مسئلہ میں کیوں گفتگو فرماتے ہیں تو جواب دیتے کہ ''میں اس مسئلہ میں اس طرح ڈرتے ہوئے گفتگو کرتا ہوں گویا میرے سر پر پرندہ بیٹھا ہو۔''

☆ پروفیسر کلیة الدراسات الإسلامية ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

www.KitaboSunnat.com

امام صاحب کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ تقدیر میں ہر شخص کے لیے گفتگو جائز نہیں، اس مسئلہ میں گفتگو صرف اس حاذق اور ماہر شخص کو کرنی چاہیے، جو زرگر کی طرح ماہر اور کیمیا گر کی طرح حاذق ہو۔موجودہ دور میں مادی فلسفہ پوری دنیا میں بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور وہ عقائد میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر تنقید کو پروان چڑھانے میں مصروفِ عمل ہے، تو ایسے میں مادّہ پرستوں نے محسوس کیا کہ تقدیر پر بحث کے ذریعے لوگوں کو آسانی سے گمراہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اُنہوں نے پوری شدت کے ساتھ ان مسائل کو بیان کرنا شروع کردیا جبکہ مسلمان ان مسائل میں غوروخوض کرنے میں حرج محسوس کیا کرتے تھے۔

زیرنظر کتاب ''تقدیر؛ کتاب وسنت کی روشنی میں'' ایسے ہی مادہ پرست افراد کے لیے ایک تحفہ ہے جس میں جناب محمد فتح اللہ گولن نے مسئلۂ تقدیر کو کتاب وسنت کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی ہے اور بڑی حد تک اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔

جناب محمد فتح اللہ گولن ترکی کے صوبہ 'ارضروم' کے شہر 'حسن قلعہ' کے ایک گاؤں 'کوروجک' میں ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایک دیندار گھرانے میں پرورش پائی۔ آپ کے والد 'رامز آفندی' علمی، ادبی اور دینی لحاظ سے قابلِ احترام شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ اُنہوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور دینی علوم اپنے علاقے کے ممتاز اساتذہ سے حاصل کیے۔ اسی دوران 'طلبۂ نور' کی تحریک سے متاثر ہوئے۔ یہ تجدید واِحیا کی ایک ہمہ گیر تحریک تھی جس کے بانی وقائد 'رسائل النور' کے مؤلف علامہ بدیع الزمان سعید نورسی تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے مطالعے میں وسعت اور آپ کی معلومات میں تنوع پیدا ہوتا گیا۔ آپ نے مغربی ومشرقی تہذیب اور فکر وفلسفے کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور عصری علوم جیسے فزکس، کیمیا، فلکیات اور حیاتیات وغیرہ سے بھی واقفیت حاصل کی۔

جناب محمد فتح اللہ گولن نے ۱۹۹۰ء کے بعد مختلف جماعتوں، صحافیوں، تعلیم یافتہ طبقوں اور مذاہب واَفکار کے درمیان باہمی افہام وتفہیم اور مکالمے کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کے اثرات نہ صرف ترکی میں بلکہ ترکی سے باہر بھی محسوس کیے گئے۔ اس تحریک کے اثرات کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پوپ کی دعوت پر جناب فتح اللہ گولن نے ویٹی کن سٹی میں

www.KitaboSunnat.com

پوپ سے ملاقات کی۔

ان کے خطبات، مواعظ، لیکچرز اور مجالس پر مشتمل ہزاروں کی تعداد میں کیسٹیں لوگوں کی رہنمائی کے لیے موجود ہیں، اس کے علاوہ ان کی مطبوعہ کتب کی تعداد ۲۲ ہے، جن میں سے کئی کتابیں ایک سے زیادہ جلدوں پر مشتمل ہیں۔ کئی کتابوں کا ترجمہ انگریزی، جرمن، بلغاری، البانوی، انڈونیشی، روسی اور کورین زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اُردو زبان میں ان کی ۸ کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن میں ایک زیر نظر کتاب بھی ہے۔

ان کی یہ کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہے، ہر فصل کے ذیلی عنوانات ہیں: فصل اوّل میں تقدیر کا مختلف جہتوں سے جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے اہم ذیلی عنوانات یہ ہیں: تقدیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی، مسئلہ تقدیر وجدانی ہے، تقدیر اور جزوی اِرادہ میں تضاد نہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت اور انسان کا اِرادہ، تقدیر آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں۔

فصل دوم میں قضا کا تقدیر سے تعلق بیان کیا گیا ہے اور اس کے اہم ذیلی عنوانات یہ ہیں: قضا وقدر علم الٰہی کی حیثیت سے، قضا وقدر تحریری حیثیت سے، قضا وقدر مشیتِ الٰہی کی حیثیت سے اور قضا وقدر بحیثیتِ مخلوق۔

فصل سوم میں تقدیر، اِرادہ اور ہدایت کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے۔ چوتھی فصل میں تقدیر سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں جن میں اہم یہ ہیں: ارادہ کے جزئیات و کلیات، مشیتِ الٰہی اور انسان کی آزادی، کلی اور جزوی اِرادے کی ماہیت۔

تقدیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی کے ضمن میں محمد فتح اللہ گولن ص ۱۹ پر یوں رقم طراز ہیں:

''قدر کے لغوی معنی اندازے کے ہیں اور کسی کام کی تدبیر کرنے، اس کا فیصلہ کرنے اور اس کے بارے میں حکم صادر کرنے کے بھی ہیں۔ ان تمام معانی سے ہم یہ بات اخذ کرتے ہیں کہ قدر کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ وہ فیصلہ جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اندازہ مقرر فرما دیا اور اس کے بارے میں فیصلہ کر دیا۔ اس مذکورہ بالا تعریف کی آیاتِ کریمہ سے تائید ہوتی ہے۔''

تقدیر کی اہمیت کو مصنف ص ۲۱ پر یوں بیان کرتے ہیں:

''تقدیر کو فقط علم کا عنوان قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ تقدیر کے معنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے علم کے ساتھ اشیا کی تعیین وتقدیر سے بڑھ کر اس کے سمع و بصر، ارادہ اور مشیت تک کو اپنے

www.KitaboSunnat.com

دامن میں لیے ہوئے ہوتے ہیں، جب تقدیر کے معنی یہ ہیں تو تقدیر کا انکار گویا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار ہے۔ امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں: ''تقدیر کا تعلق قدرت سے ہے لہٰذا جو شخص تقدیر کا انکار کرتا ہے، وہ ان بہت سے اُمور کا منکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت کے ساتھ خاص ہیں یعنی اس سے اُلوہیت کا عقیدہ متزلزل ہوجاتا ہے، فکر کے نظام ٹوٹ جاتے ہیں اور مفاہیم کی بنیادیں منہدم ہوجاتی ہیں۔''

تقدیر پر ایمان کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے ص ۲۷ پر وہ یوں گویا ہیں:

''ہمارا کھانا پینا، سونا جاگنا، سوچنا اور بات کرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق خلق سے ہے، وہ قطعی طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پیدا کردہ ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ صاحب ِایمان کہیں 'جبریت' میں مبتلا نہ ہوجائے۔ انسان جب ہر فعل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیتا ہے تو نتیجہ کے طور پر اس کے سامنے (جزئی) اِرادہ بھی آتا ہے اور اسے ذمہ داری یاد دلاتا ہے تاکہ اس کی ذمہ داری ختم نہ ہوجائے اور اس لیے کہ انسان اپنی نیکیوں کی وجہ سے مبتلاے فریب نہ ہوجائے۔ تقدیر اپنا کام دکھاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ مبتلاے فریب نہ ہو تو فاعل نہیں ہے۔ اس طرح وہ اسے غرور سے بچالیتی ہے اور اس طرح انسان اعتدال تک پہنچ جاتا ہے اور اس اعتدال کی حفاظت سے اس کی زندگی اور کردار میں بھی ایک نظم و ضبط پیدا ہوجاتا ہے۔ تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ ہی کے فعل و تقدیر کی وجہ سے ہیں۔ انسان از خود اُنہیں سرانجام نہیں دے سکتا، ورنہ وہ شرکِ خفی میں مبتلا ہوجائے گا۔ البتہ نفس شریرہ اپنے شر کی وجہ سے جمیل اور جمال کو پسند نہیں کرتا بلکہ ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ نفس امارہ بُرائیوں کی طرف راغب ہوتا ہے، اس لیے برائیوں کی ذمہ داری اس پر واقع ہوتی ہے۔ درج ذیل آیت ِکریمہ میں ان دونوں قاعدوں کو یکجا کردیا گیا ہے:

﴿مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ [النساء:۷۹]

''(اے آدم زاد!) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامت ِاعمال کی) وجہ سے ہے۔''

انسانی ارادے کی حقیقت کو ص ۳۳ پر یوں بیان کرتے ہیں:

''یہ صحیح ہے کہ ہم میں اِرادہ موجود ہے لیکن اس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے لہٰذا یہ اس وقت مخلوق نہیں ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنے ارادہ کی طرف اس طرح دیکھ سکیں کہ یہ موجود ہے پس

جو اشیا موجود نہ ہوں، وہ مخلوق نہیں البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں یعنی ان کا علمی وجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ وقدرت سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ اگر معاملہ اس نظریہ کے برعکس ہوتا یعنی اگر ارادہ کا خارج میں بھی کوئی وجود ہوتا، جب کہ ہمارے اعضا کا وجود ہے، تو پھر معاملہ جبر تک پہنچ جاتا یعنی اگر ہمارا اِرادہ بھی ہمارے اعضا کی طرح مخلوق ہوتا اور ہمیں اس کے بارے میں اختیار تو نہ دیا جاتا لیکن اس کے بارے میں سوال ضرور کیا جاتا تو ہمارے افعال میں سے کسی فعل کی بھی ہم پر کوئی ذمہ داری نہ ہوتی۔ کسی کو بھی اپنی نیکیوں پر ثواب طلب کرنے کا حق حاصل نہ ہوتا کیونکہ اسے تو یہ کام بہرحال کرنا ہی تھا اور نیکیوں اور گناہوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا اسے کوئی حق حاصل نہ ہوتا، جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے پس انسان کا ارادہ بذاتِ خود مخلوق نہیں ہے، موجود بھی نہیں ہے بلکہ اسے ایک اعتباری وجود عطا کیا گیا ہے۔''

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ کے فعل خلق اور بندے کے کسب کو ص ۱۴۱ پر یوں واضح کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بجلی کا جو نظام وضع فرمایا ہے، وہ تمہارے سوئچ آن کرنے سے ماحول کو روشن کردیتا ہے لیکن بجلی کے نظام سے روشنی پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہے، جس نے اسے بنایا ہے اور انسان کے اس سے جزئی طور پر کام لینے کو ہم انسان کے کسب یا جزئی ارادے سے تعبیر کرتے ہیں، جب کہ خلق اور ایجاد کا مسئلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔''

مشیتِ الٰہی کی وضاحت کرتے ہوئے معتزلہ اور جبریہ کا ص ۸۳ پر یوں ردّ کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی مشیت کا عدم اور وجود دونوں سے تعلق ہے، ورنہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا جب کسی چیز سے تعلق ہوجائے تو وہ ہوجاتی ہے اور اگر وہ تعلق نہ ہو تو نہیں ہوتی۔ یہ فہم کی غلطی ہے کیونکہ کسی چیز کے ساتھ مشیتِ الٰہی کا عدم تعلق بالکل نہیں ہے کیونکہ عدم بھی وجود ہی کی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت کے قبضہ میں ہے۔ اگر معتزلہ وجبریہ حدیث کے مفہوم اور اس کے دقیق معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے جس میں وہ مبتلا ہوگئے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں معاملہ کی بیک وقت وضاحت فرمائی ہے۔''

جبریہ کی گمراہی کا سبب بیان کرتے ہوئے ص ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''جبریہ گمراہ ہوگئے کیونکہ وہ تکوینی اورشرعی دونوں اَمروں میں فرق نہ کرسکے، اُنہوں نے ان دونوں کو خلط ملط کردیا اورانسانی ارادے کا انکار کردیا، جبکہ معتزلہ نے انسانی ارادے ہی کو بنیاد بنالیا اور کہا کہ بندہ ہی اپنے افعال کا خالق ہے، اس طرح وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ ہم ان دونوں طبقوں کے اچھے پہلوؤں کو لے لیتے اور اُنہیں صراطِ مستقیم پر جمع کردیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تکوینی اور شرعی دونوں امروں میں مشیت ِالٰہی ہی اساس ہے لیکن امر شرعی میں بندے کے ارادے کو ایک مرتبہ دیا گیا ہے اور یہ اسے شرطِ عادی کے طور پر شمار کرنا ہے، اگر اس کے ساتھ مشیت کا تعلق نہ ہو تو کوئی چیز وجود میں نہ آئے لیکن وہ اشیا جن کا خارجی وجود نہیں ہے، ان کا یہ اُسلوب نہیں ہے کیونکہ مشیت ِالٰہی کا تو تمام بُرے اُمور سے بھی تعلق ہے، البتہ اللہ تعالیٰ برے امور کو پسند نہیں فرماتے یہی وجہ ہے کہ بندے کو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے سزا ملے گی۔''

ہدایت اور گمراہی کے بارے میں مشیت ِالٰہی کی وضاحت کرتے ہوئے ص۱۰۲ پر لکھتے ہیں:

''ہدایت و ضلالت کے مشیت ِالٰہی کے ساتھ ربط کو قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [الانعام:۱۲۵]

''تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے تو اس کا سینہ تنگ گھٹا ہوا کردیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، عذاب بھیجتا ہے۔''

اس آیت کی تشریح میں ص۱۰۳ پر لکھتے ہیں:

''جس طرح اس نے ہمیں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے، اسی طرح اس نے ہمیں اس کام کے لیے اپنے ارادے کو استعمال کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے جو ہم کرنا چاہیں۔ ہمیں ارادہ عطا فرمانے کے باوجود مشیت و اِرادہ اس کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے، جبکہ ہدایت وضلالت دونوں اس کے اختیار میں ہیں پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا نہ کوئی ہدایت دینے والا ہے اور نہ گمراہ کرنے والا۔''

www.KitaboSunnat.com

ان سطور کے پڑھنے سے کسی کو وہم بھی ہوسکتا ہے کہ ہدایت اور گمراہی جب دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں تو پھر انسان اپنی ہدایت اور گمراہی میں مجبور و مضطر ہے، اس لیے ص ۱۲۱،۱۲۲ پر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہدایت کے مختلف اسباب و ذرائع ارسال کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان ذرائع کے قبول کرنے کے لیے لوگوں کو مجبور نہیں کرتے یعنی اُنہیں ایمان لانے کے لیے مجبور و مضطر نہیں کیا جاتا، جیسا کہ ہر اُمت کی طرف نبی بشیر و نذیر کو بھیجا گیا، جس نے اسے حقائق پہنچائے اور جو لوگ اپنے اِرادے کے ساتھ سننا چاہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے لیے ہدایت کو پیدا فرما دیتا ہے اور جو لوگ اپنے لیے گمراہی کو پسند کرلیں تو وہ اس گمراہی میں مبتلا رہتے ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ارادہ فرمایا ہوتا ہے۔''

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ [الاسراء:۱۵]

''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں دیا کرتے۔''

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تقدیر کے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے جس میں اس موضوع پر پیدا ہونے والے اکثر سوالات کا جواب موجود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا؛ بعض اندھے ہیں، بعض لنگڑے لولے، اسی طرح دنیا میں دولت مند اور فقیر کا اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟ مشیت ِالٰہی اور انسان کی آزادی کی حقیقت کیا ہے؟ مصنف نے ان سوالات اور اس طرح کے دیگر سوالات کے عقلی اور نقلی جوابات دے کر سائل کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ پوری کتاب، کتاب وسنت سے ماخوذ دلائل سے مزین ہے اور اسے اہل سنت کے نقطہ نظر کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

مترجم کتاب جناب محمد خالد سیف نے ایسا رواں اور شگفتہ ترجمہ کیا ہے کہ قاری کو کتاب کے سمجھنے میں کہیں بھی دقت پیش نہیں آتی اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ کتاب اُردو زبان ہی میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی طباعت بھی بہت عمدہ ہے۔ کاغذ بہت اچھا استعمال کیا گیا ہے، جس نے طباعت کو مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔ املائی اغلاط کا نہ ہونا نظرثانی کرنے والے کی محنت کی دلیل ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم، ناشر اور اس میں حصہ لینے والے تمام افراد کو اجرِ دارین عطا فرمائے۔ آمین یاربّ العالمین!

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol.41 NO.1
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700